REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS
FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

REGD. NO. P. 67.

ولقد نصرکم اللہ ببدرٍ و انتم اذلۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۲۲

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

نائب ایڈیٹر:- جاوید اقبال اختر

شمارہ ۱۳

شرح چندہ

سالانہ ۱۰ روپے
ششماہی ۵ روپے
ممالکِ غیر ۲۰ روپے
فی پرچہ ۲۵ پیسے

THE WEEKLY BADR QADIAN

۲۳ صفر ۱۳۹۳ ہجری ۲۹ امان ۱۳۵۲ ہش ۲۹ مارچ ۱۹۷۳ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۲۷ امان (مارچ)، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق مورخہ ۱۹/۲ امان تک کی اطلاع مظہر ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فلُو کی تکلیف کے بعد کمزوری محسوس کرتے ہیں۔ احباب جماعت اپنے محبوب امام ہمام کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کیلئے بدستور دعائیں جاری رکھیں۔

★ — حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع یہی ہے کہ ضعف کی تکلیف بدستور جاری ہے۔ احباب حضرت سیدہ ممدوحہ کی صحتِ کاملہ کیلئے دعائیں جاری رکھیں اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تا دیر سلامت رکھے آمین ——— ★ ——— محترم حضرت میر داؤد احمد صاحب ناظر خدمتِ درویشان تاحال راولپنڈی ہسپتال میں داخل ہیں۔ دواؤں سے بلڈ پریشر میں تو کچھ افاقہ ہے لیکن ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ہسپتال سے جانے کے بعد بھی مکمل آرام کی ضرورت ہے۔ احباب محترم میر صاحب موصوف کی صحت کے لئے بھی دعائیں جاری رکھیں اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے آمین ——— ★ ——— محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں الحمدللہ ——— ★ ——— محترم حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان مع جملہ درویشانِ کرام بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں الحمدللہ ؛

لوکل انجمن احمدیہ کے زیرِ اہتمام

قادیان دارالامان میں یومِ مسیح موعود علیہ السلام کی بابرکت تقریب

علماءِ سلسلہ کی مختلف پہلوؤں پر معلوماتی تقاریر

رپورٹ مرتبہ جاوید اقبال اختر

قادیان ۲۵ مارچ۔ اُس عظیم دن اور اس عظیم الشان مصلحِ ربانی کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے کہ جب جماعتِ احمدیہ وجود میں آئی اور اس کے ذریعہ دنیا کی ہدایت کے سامان پیدا کئے گئے قادیان کی مقدس سرزمین میں ایک تقریبِ سعید منعقد کی گئی۔ اور اس وجود کا ذکرِ خیر کیا گیا جس کی بدولت دُنیا میں عظیم الشان انقلابِ روحانی مقدر ہے۔ قادیان کے تمام مرد و زن اور بچوں اور بوڑھوں نے مسجدِ اقصیٰ میں جمع ہو کر ایک مرتبہ پھر آپ کی بعثت اور دعوت کے حالات علماءِ کرام سے سُنے۔ اور تمام دُنیا میں آپؑ کے پیغام کو پہنچانے کا عزمِ صمیم کیا۔

جلسہ کی کارروائی کا آغاز

چنانچہ صبح ۹ بجے مسجد اقصےٰ میں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی کی صدارت میں اس مبارک جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوتِ قرآنِ پاک مولوی نورالاسلام صاحب نے کی۔ اور مولوی مظفر احمد صاحب فضل نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام سُنایا۔ سب سے پہلی تقریر مکرم مولوی منظور احمد صاحب گھنوکے کی زیرِ عنوان "یومِ مسیح موعود علیہ السلام ۲۲ مارچ کی اہمیت اور اس کا پس منظر" تھی۔

مقررِ موصوف نے دورانِ تقریر بتایا کہ جملہ مذاہب کی کتب اور صحفِ سابقہ کی رُو سے ایک ایسے عظیم رُوحانی وجود کی آمد مقدر تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تمام دنیا کی ہدایت کا موجب ہونے والا تھا اور تمام دُنیا کو ایک ہی مذہب یعنی اسلام کے تابع کرنے والا تھا۔ چنانچہ وہ وجود ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوا اور ۲۲ مارچ ۱۸۸۹ء کو لدھیانہ کے مقام پر بیعتِ اولیٰ لی گئی۔ اور اُس دن باقاعدہ جماعت کا قیام عمل میں آیا۔

اس اجلاس کی دوسری تقریر مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان کی زیرِ عنوان "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منصب اور مقام" ہوئی۔ آپ نے آیتِ قرآنیہ ومبشرًا برسولٍ یأتی من بعدی اسمہٗ احمد کو پیش کر کے بتایا کہ اس کے پہلے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور آپ کی نیابت میں اس کے دوسرے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ فاضل مقرر نے احادیث اور اقوالِ بزرگانِ سلف، مسلمانوں کے اعتقادات اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی تحریرات کی رُو سے آپؑ کا منصب اور مقام بطریقِ احسن بیان کیا اور اس ضمن میں حضورؑ کا یہ اقتباس بھی پیش کیا کہ:-

"میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرورِ انبیاء نے نبی رکھا!"
(نزول المسیح صلا)

اس کے ساتھ ہی فاضل مقرر نے اس امر کی بھی وضاحت کی کہ حضرت مسیح موعودؑ کو یہ منصب اور مقام صرف اور صرف آنحضرت صلعم کی اتباع اور پیروی سے ملا جس کا اظہار حضورؑ نے متعدد مقامات پر فرمایا۔

بعدہٗ محترم سید محمد شریف شاہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور آپؑ کے بعد آپ کے بیج کی آبپاشی کے لئے خلفائے کرام کا ذکر فرماتے ہوئے بتایا کہ ایک چھوٹی سی بستی سے ایک چھوٹی سی آواز اٹھی جو آج ساری دنیا میں بین الاقوامی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔

اس کے بعد عزیز وحید الدین نے ایک نظم پڑھی۔

اس اجلاس کی چوتھی تقریر مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان کی تھی۔ آپ نے "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اغراض" کے ضمن میں احیائے دین غلبۂ اسلام اور خدمتِ قرآن کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ آپؑ کی آمد کی اصل غرض کسرِ صلیب تھی۔ یعنی صلیبی فتنہ کو پاش پاش کرنا۔ آپؑ نے دین کو ازسرِ نو زندہ کیا۔ اور وہ قرآن جو آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق ثریا ستارے پر معلق تھا اسے اتار کر زمینی لوگوں کے دلوں میں اس کو منور کر دیا۔ اور دلائلِ ساطعہ اور براہینِ قاطعہ اور عقلی و نقلی دلائل دے کر مختلف غلط عقائد کی تردید کی۔ آپ نے مختلف اقتباسات پڑھ کر اپنے مضمون کو واضح کیا۔

پانچویں نمبر پر مکرم مولوی بشیر احمد صاحب خادم نے "سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام" کے عنوان پر تقریر کی جس میں خاص طور پر تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے بعض ایمان افروز واقعات بیان کئے۔

اس اجلاس کی چھٹی اور آخری تقریر محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان کا فاضلانہ اور بابرکت خطاب تھا۔ آپ نے باوجود ناسازیٔ طبع کے مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب کے مضمون کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیش بہا پیشگوئیوں میں سے پیشگوئی "ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت" اور زارِ روس کی پیشگوئی کا ذکر کیا اور مختلف واقعات و شہادات کی رُو سے ان کے پورا ہونے پر روشنی ڈالی۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی غرض اور آپؑ جس قسم کی جماعت تیار کرنا چاہتے تھے، آپؑ ہی کے ملفوظات کی روشنی میں بیان فرمائی۔

آخر میں محترم صدر صاحب جلسہ نے صدارتی خطاب فرماتے ہوئے بتایا کہ آنحضرتؐ کی دراصل دو بعثتیں مقدر تھیں۔ ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے وجود میں اور دوسری آپ کے بروزِ کامل کے وجود میں۔ اور اس بات پر تمام ائمہ متفق رہے ہیں کہ یہ مسیح ثانی و مہدی کے وجود میں پوری ہونی تھی۔ اور وہ مہدی اور عیسیٰ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروزِ کامل ہیں اور حضور صلعم کی غلامی کے نتیجہ میں ہی آپ نے نبوت کا درجہ پایا ہے اور جس طرح آنحضرت صلعم کو معجزات دیئے گئے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا کئے گئے۔ اور جس طرح آنحضرت صلعم کے دشمن آپؐ کے مقابلہ میں خائب و خاسر رہے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں آنیوالے تمام مخالفین ناکام و نامراد ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ قریباً بارہ بجے بعد دعا یہ بابرکت تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ الحمدللہ ؛

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر: صدر انجمن احمدیہ قادیان ؛

خُطبۂ جُمعہ

صدر انجمن احمدیہ کا مالی سال قریباً ختم ہو رہا ہے۔ چندوں کی وصولی میں جو کمی ہے وہ وقت کے اندر ضرور پوری ہو جانی چاہئیے

اللہ تعالیٰ نے اپنی پیشگوئی کے مطابق ہمیں ایک ایسی قوم بنایا ہے جو اپنے اموال خدا تعالیٰ کی راہ میں پانی کی طرح بہاتی ہے

اِنفاقِ فِی سَبِیلِ اللہ میں قدم آگے ہی آگے بڑھانا ہماری روایت بن چکی ہے اسے بہرحال برقرار رکھنا چاہیئے !!

از حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۷ رمارچ ۱۹۶۷ء بمقام ربوہ۔

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی :-

إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۚ وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ۝ إِن يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ۝ هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ ۖ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ ۚ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم ۔ (محمد ع ۴)

اس کے بعد فرمایا :-

کھانسی کو تو

اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت آرام ہے

لیکن جو دوائی تجویز کی گئی تھی اور جس کا میں نے استعمال کیا اس کے نتیجہ میں ضعف کافی ہو گیا تھا۔ جو ابھی باقی ہے۔ دوائی تو اب میں نہیں کھا رہا۔ اس کا کورس ختم ہو گیا ہے۔ لیکن اس نے ضعف بہت کر دیا ہے۔ دعا کریں اور میں بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ صحت کے ساتھ اور طاقت کے ساتھ اپنے سلسلہ کی اور اپنے بھائیوں کی خدمت کی توفیق عطا کرتا رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

جنہیں آسمان سے نور ملتا ہے اور عرفان عطا کیا جاتا ہے وہ جانتے ہیں کہ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ۔ کہ دنیا اور اس کے اموال اور آرام اور اس کی آسائشیں باطل ہیں۔ محض کھیل کا سامان ہیں۔ جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور جن کو کوئی ثبات نہیں۔ چند دن کی فانی لذات کے سوا کچھ بھی نہیں۔ پھر یہ وہ چیزیں ہیں جو انسان کو اُس مقصدِ حیات سے پرے ہٹا دینے والی ہیں جس کی خاطر اس کے رب نے اسے پیدا کیا تھا۔ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا اس کے مقابل پر اگر تم اپنے رب کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایمان لاؤ اور حقیقت کو سمجھنے لگو اور تم سے جو مطالبے کئے جاتے ہیں تم اُن کو پُورا کرو۔ اور تقویٰ کی باریک راہوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں کو ڈھونڈو۔ تو جو بطور قربانی تم سے لیا جاتا ہے وہ ضائع نہیں ہوگا۔ بلکہ يُؤْتِكُمْ أُجُوْرَكُمْ۔ تمہارے اجر اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے (نہ کہ تمہارے کسی استحقاق کے نتیجہ میں) تمہیں عطا کرے گا۔ اور یہ اجر جو ہے وہ اس شکل میں ہوگا کہ وہ باقی رہے گا۔ اور جو ثواب تمہیں ملے گا وہ بھی باقی اور دائم رہنے والا ہوگا۔ تمہیں باقیات الصالحات دیئے جائیں گے۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی حقیقی نعمتوں اور ابدی حیات کے وارث بن جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

جن چیزوں کا تم سے مطالبہ کیا جاتا ہے

ان میں تمہارے اوقات بھی ہیں۔ ان میں تمہاری عزتیں بھی ہیں، ان میں تمہاری لذتیں بھی اور آرام بھی ہیں۔ ان میں تمہاری وجاہتیں بھی ہیں، ان میں تمہارا وقار بھی ہے۔ اور ان میں تمہارے اموال بھی ہیں اور چونکہ اموال کا مطالبہ بھی کیا جاتا ہے اس لئے شیطان فوراً بیچ میں آکودتا ہے۔ اور انسان کو بہکانے لگتا ہے۔ لیکن وَلَا يَسْئَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ وہ مالکِ حقیقی جو تمہیں بہترین اجر دینے والا ہے وہ (نعوذ باللہ) ایک سائل کے طور پر، وہ ایک بھیک منگے اور فقیر کے طور پر تمہارے دروازے کے آگے کھڑا نہیں ہوتا۔ انفاق فی سبیل اللہ کے مطالبہ کے وقت تمہارا رب بطور سائل فقیر اور بھیک منگے کے طور پر تمہارے دروازہ پر نہیں آتا۔ وہ تو ایک غنی اور ایک سخی اور ایک دیالو ہستی کی حیثیت میں تمہارے دروازے پر آتا ہے اور اپنی رحمت کے جوش میں خود چل کر تمہارے پاس آتا ہے۔ وہ اس لئے آتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے ان بندوں کو اپنے قرب اور اپنی رضا کے لئے پیدا کیا تھا۔ اس لئے اب میں ان کو وہ رستے بھی دکھاؤں گا کہ جن پر چل کر وہ میری رضا کو حاصل کر سکیں اور میرے قرب کو پا سکیں اس غرض سے وہ تمہارا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ شیطان کہتا ہے کہ خدا فقیر ہے وہ تمہارے اموال مانگنے آیا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کہتا ہے میں سخی ہوں۔ میں غنی ہوں۔ میں دیالو ہوں۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ میں تمہیں کچھ دُوں۔ میں اس لئے نہیں آیا کہ تم سے تمہارے اموال جس طرح ایک فقیر لیتا ہے اس طرح لے لوں۔ تو

اللہ تعالیٰ جب ہمارا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے

اور کہتا ہے کہ اپنے مالوں کی قربانیاں میری راہ میں دو تو ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس سے کہیں زیادہ میں تمہیں واپس لوٹاؤں گا۔ میں تمہیں اضعافًا ومضاعفةً دوں گا۔ تم دنیا کی فانی چیزیں جو میری ہی عطا ہیں میرے قدموں میں رکھو ابدی نعمتیں ان کے بدلہ میں تمہیں دی جائیں گی۔ میری رضا تمہیں ملے گی۔ اور میری جنت میں تم داخل ہو گے۔ تمہارا ثواب اور تمہارا اجر اپنی کمیت اور کیفیت میں اس سے کہیں بڑھ کر ہے جو وہ تم سے اموال کی شکل میں لیتا ہے۔ وہ ہم اپنے گھر سے تو نہیں لاتے بلکہ وہ بھی تو اسی کی عطا ہے۔ اس نے ہی وہ اپنے فضل سے ہمیں دیا ہوا ہے۔ اور وہی اپنے فضل سے ہمیں دُنیا کے اموال کا مالک اور وارث بناتا ہے۔ اور پھر ہمیں کہتا ہے کہ جو میں نے تمہیں دیا ہے۔ اس میں سے تھوڑا سا مجھے واپس دے دو۔ کیونکہ جو میں نے اس دنیا میں تمہیں دیا تھا وہ فانی ہے اور ضائع ہونے والا ہے۔ اس کے ایک حصہ کا میں مطالبہ کرتا ہوں۔ اور کہتا ہوں کہ یہ مجھے لوٹا دو۔ تا وہ ذریعہ بن جائے۔ ان ابدی اور غیر فانی نعمتوں کا جو تمہیں اخروی زندگی میں ملنے والی ہیں۔

وَاِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وہ ایک گداگر اور بھیک منگے کی حیثیت سے تمہارا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتا وہ اس فقیر کی طرح مانگنے والا نہیں جس کے متعلق تم حق رکھتے ہو کہ اسے کہو بابا جاؤ، ہم تمہارے کشکول میں بھیک نہیں ڈالتے بلکہ وہ تو آقا ہوتے ہوئے بھی وہ تو غنی ہوتے ہوئے بھی اپنی رحمت کے جوش میں تمہارے ہی فائدہ کے لئے تمہارے دروازہ پر آتا ہے اور

ایک سچا اور سستا سودا

تم سے کرنا چاہتا ہے۔ وہ تو یہ کہہ رہا ہے کہ فانی دو اور باقی پاؤ۔ دنیوی زندگی کے کھوٹے سکے اور مصنوعی پتھر دے دو اور کھرے سکے اور اصل لعل و جواہر لے لو۔ وہ تو کہتا ہے بخل چھوڑ دو۔ ہاں بخل چھوڑ دو کہ وہ تمہارے لئے نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ۔ اس کے مختلف معانی تفاسیر میں کئے گئے ہیں۔ ایک معنی تو اس کے یہ ہیں کہ یہاں یہ فرمایا کہ اگر بخل کا طریق تم اس الٰہی سلسلہ میں اختیار کرو گے تو اس سے تمہارے کچھ اور گند بھی ظاہر ہوں گے۔ کیونکہ تمہارا بخل سے کام لینا بتا رہا ہوگا کہ تمہارے دل میں مخلصین کے لئے کینہ موجود ہے۔ اور تم خدا اور اس کے رسُول اور اس پر ایمان لانے والوں کے ساتھ دشمنی کے جذبات رکھتے ہو۔ تم مال اس لئے نہیں دیتے کہ تمہارے بعض بھائیوں کی ضرورتیں پُوری ہوں گی۔ یا اللہ تعالیٰ کے دین کی یہ ضرورت پُوری ہوگی کہ تمہارے وہ بھائی جو اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر رہے ہیں وہ جہاد کے میدان میں نکلیں گے اور ان مالوں کو وہ خرچ کریں گے۔ یہ محض بخل ہی نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے کینہ اس کے پیچھے خدا اور اس کے رسول اور مخلصین سلسلہ کے ساتھ مخلصینِ امت مسلمہ کے ساتھ تمہاری

دشمنی ہے تو یہ بخل جو ہے یہ ظاہر کرے گا تمہارے اس کینے کو اور تمہاری جو قلبی بیماریاں ہیں اُن کے ظاہر کرنے کا یہ ذریعہ بن جائے گا۔

دوسرے

اس کے یہ معنی بھی ہیں

کہ دراصل اللہ تعالیٰ تین زمانہ کے لوگوں کو مخاطب کر رہا ہے ان آیات میں تو یہاں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ جن لوگوں کے دلوں میں تربیت کی کمی کی وجہ سے اور ایمان کی کمزوری کے نتیجہ میں بخل پایا جاتا ہے وہ بخل ان کا دُور ہو جائے گا۔ اور اخلاص میں وہ ترقی کریں گے۔ اور ایثار میں وہ اور بھی آگے بڑھ جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے وہ لوگو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرنے والے ہو یا اس زمانہ میں رہنے والے ہو یعنی پہلی تین صدیاں جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت سے یہ بیان کیا ہے کہ اس زمانہ میں میرے متبعین میں بڑے مخلص لوگ پیدا ہوں گے اور خدا تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کی راہیں ان پر کھولی جائیں گی۔ اور اسلام کی روشنی کو وہ دنیا کے کناروں تک پہنچا دیں گے۔ تو یہاں ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

تمہاری تربیت کا سامان

پیدا کر دیا ہے۔ تمہارے دل کے اندر جو اضعاف ہیں اور مختلف قسم کی بیماریاں پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں صحت عطا کرے گا۔ اور تمہارے دل کی ان بیماریوں کو وہ دور کر دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ سنو اور ہوشیار رہو۔ تم وہ لوگ ہو جن کو اس بات کی طرف بلایا جاتا ہے کہ تم ان راہوں میں خرچ کرو جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف لے جاتی ہیں۔ تم فی سبیل اللہ خرچ کرو تم کو اس بات کی طرف بلایا جاتا ہے کہ تم فانی چیزوں کو دے کر ابدی سرور کے وارث بنو۔ تم کو اس لئے بلایا جاتا ہے کہ تم اپنے اموال کا ایک حصہ کاٹ کر اشاعت قرآن کے لئے، اشاعت اسلام کے لئے، استحکام اسلام کے لئے اور تعلیم اسلام کو فروغ دینے کے لئے الٰہی سلسلہ کے خزانہ میں آ کر جمع کر دو۔ مگر فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ تم میں وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ لیکن جب دُنیا کے کھیل کود کا معاملہ اور ایسے اخراجات ہوں جن کے نتیجہ میں انسان لازماً خدا تعالیٰ سے غافل ہو جاتا ہے تو اس وقت بخل کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ بڑی دلیری سے خرچ کرتے ہیں۔ دُنیا کی رسوم ہیں رواج ہیں۔ بیاہ شادی کے اور بڑے لغویات کی جاتی ہیں اور ان لغویات پر وہ خرچ کیا جاتا ہے کہ

آدمی حیران ہو جاتا ہے

کہ ان آدمیوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ اپنی بساط و استطاعت سے آگے نکلتے ہوئے یہ خرچ کرتے ہیں۔ اپنے لئے بھی دنیا میں ایک مصیبت پیدا کر لیتے ہیں لیکن جب یہ کہا جاتا ہے کہ آؤ غلبۂ اسلام کے لئے مالی قربانیاں دیں تو کہتے ہیں کہ بڑی مجبوری ہے بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ بچوں کو پڑھا رہے ہیں۔ رشتہ داروں کو پال رہے ہیں۔ اس میں ہمیں رعایت ملنی چاہیئے۔ لیکن بچوں کی پڑھائی اور رشتہ داروں کا خیال بد رسوم کی ادائیگی کے وقت اُن کے دماغوں میں نہیں آتا۔ تو جب دُنیا کے لئے وہ خرچ کرتے ہیں۔ دنیا کے کھیل کود اور دُنیا کے لہو کے لئے تو بے دریغ خرچ کر جاتے ہیں۔ اور اموال کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ تم آزاد ہو۔ تم پر کوئی جبر مذہب نے عاید نہیں کیا اس لئے جو چاہو کرو۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ کہ

یہ ایک حقیقت ہے

کہ جو شخص بھی انفاق فی سبیل اللہ میں بخل سے کام لیتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ کیونکہ انفاق کا فائدہ اُسے ہی ملنا تھا۔ اس کا ثواب اگر زید خرچ کرنے والا ہے تو بکر کو نہیں ملتا۔ اگر زید بخل کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں جو محرومیاں اس کو حاصل ہوتی ہیں وہ محرومیاں بکر کو حاصل نہیں ہوتی ہیں۔ تو اس بخل کا نتیجہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو ثواب سے محروم کرتا ہے۔ اپنے نفس کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ کسی اور کو نہ فائدہ تھا انفاق سے۔ نہ ہی اس بخل کے نتیجہ میں کسی کو نقصان پہنچے گا۔ خود اپنے نفس کو ہی ایسا شخص نقصان پہنچانے والا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ غنی ہے اور تم فقراء ہو۔ خدا تعالیٰ کو تو کسی مال کی ضرورت نہیں۔ وہ ہمیشہ سے غنی ہے۔ وہ اس دن سے غنی ہے جب اس نے تم کو سُورج کی روشنی سے فائدہ پہنچانے کے لئے اس کو پیدا کیا۔ سُورج کی پیدائش سے اس کو کوئی ذاتی نفع نہیں تھا۔ یا اگر وہ اُسے پیدا نہ کرتا تو اسے کوئی ذاتی نقصان نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ سے غنی ہے۔ لیکن ہمیشہ سے وہ سخی بھی ہے۔ وہ بڑا دیالو بھی ہے۔ وہ بڑا رحم کرنے والا بھی ہے۔ وہ بڑا خیال رکھنے والا بھی ہے۔

وہ بڑا پیار کرنے والا بھی ہے

جو مخلوق لاکھ سال کے بعد یا دس لاکھ سال کے بعد یا کروڑ سال کے بعد پیدا ہونی تھی اس کا اس نے کروڑ سال پہلے یا دس لاکھ سال پہلے یا لاکھ سال پہلے سے خیال رکھا، باوجودیکہ غنی ہونے کے تو جہاں اس کی صفت غنا ازلی ہے وہاں اس کی رحمت بھی ہر وقت جوش میں رہتی ہے تو تمہیں کس نے کہا کہ وہ فقیر بن کر تمہارے دروازہ پر آیا اور اس نے تمہارا دروازہ کھٹکھٹایا۔ فقیر تو تم ہو۔ تم اپنی پیدائش سے پہلے بھی فقیر تھے کہ اگر تمہاری ضرورت کو اس وقت پورا نہ کیا جاتا اور آج سورج کی روشنی تمہارے اوپر نہ چمکتی تو تم بہت ساری چیزوں سے محروم رہ جاتے۔ مثلاً آنکھ کی بینائی سے تم محروم رہ جاتے تم اپنی پیدائش سے بھی پہلے فقیر تھے اور تمہارا رب تو ہمیشہ سے، ازل سے غنی ہے۔ اور ابد تک غنی رہے گا۔ لیکن کسی زمانہ کو بھی کیوں نہ لو تمہارا فقر، تمہاری احتیاج اپنے رب کی طرف تمہیں لاحق رہتی ہے۔ تو جب تمہارا غنی۔ جب تمہارا سخی۔ جب تمہارا دیالو۔ جب تمہارا بخشنہار رب تمہارے دروازہ پر آ کر تمہارے اموال کا مطالبہ کرتا ہے تو اس میں

تمہارا ہی فائدہ اُسے مدنظر ہوتا ہے

اس کا اپنا کوئی فائدہ اس کے اندر نہیں ہوتا۔ اور اگر تم اس آواز پر لبیک نہ کہو اور قربانیوں کے دینے کے لئے اور ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ تو اس میں تمہارا اپنا نقصان ہے اور کسی کا نقصان نہیں ہے۔ اور

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ۔

یاد رکھو! اگر تم ایمان اور تقویٰ کو اختیار کرنے سے اعراض کرو اور انفاق فی سبیل اللہ کی طرف متوجہ نہ ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اسلام کی حمایت تو ضرور کرے گا۔ اور اسلام کی حمایت میں اس دنیا میں جو اسباب کی دنیا ہے بہرحال غلبۂ اسلام کے سامان وہ پیدا کرے گا۔ اگر تم بخل سے کام لوگے تو وہ ایسی قوم پیدا کرے گا جن کے دلوں میں بخل نہیں ہوگا۔ خدا اور اس کے رسول اور اس کے دین کے لئے وہ اپنے مالوں کی قربانیاں کچھ اس طرح دیں گے کہ دُنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیں گے۔

اسلام کی حفاظت کا تو اس نے وعدہ کیا ہے۔ وہ حفاظت، تو اسلام کو ملتی رہے گی۔ تم نے اس مہم میں حصہ لے کر خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنا ہے یا نہیں کرنا، یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ اگر

اللہ کی آواز پر لبیک کہوگے

تو اس کی رضا تمہیں مل جائے گی۔ اور وہ نعمتیں تمہیں میسر آئیں گی کہ آج اس دُنیا میں تمہارے تخیل میں بھی وہ نہیں آسکتیں۔ تمہارا ذہن بھی اُن اشیاء تک نہیں پہنچ سکتا جن سے تمہاری جھولیاں اُخروی زندگی میں بھر دی جائیں گی۔ تمہیں رُوحانی سیری نصیب ہوگی۔ تمہارے دل میں جو خواہش پیدا ہوگی وہ نیک ہوگی۔ اور وہ پوری کر دی جائیگی تمہیں اپنے رب سے کبھی غلط قسم کا گلہ بھی پیدا نہیں ہوگا۔ لیکن اگر تم اعراض کر جاؤ۔ پیٹھ پھیر جاؤ تو ایک اور قوم اللہ تعالیٰ پیدا کر دے گا۔ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ۔ پھر وہ تمہارے جیسے نہیں ہوں گے۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ۔

اس حصۂ آیت میں ایک پیشگوئی ہوئی ہے جو بڑی شان سے پوری ہوئی۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا اس آیت میں

تین زمانے

مخاطب ہیں۔ پہلی تین صدیاں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عام طور پر اکثریت ایسے لوگوں کی ہوگی جو دین کے معاملہ میں بخیل نہیں ہوں گے۔ دوسرے بیچ کا زمانہ وہ ہزار سال کہ جن میں بخل کرنے والے بھی ہوں گے سخاوت کرنے والے بھی ہوں گے۔ خدا تعالیٰ کا قُرب پانے والے بھی ہوں گے اور خدا سے دُور رہنے والے بھی موجود ہوں گے مگر اکثریت جو ہے وہ اس اعلیٰ مقام کو کھو چکی ہوگی اور ایک تنزل کے دَور میں سے اسلام گذر رہا ہوگا۔

تیسرے اس میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی پیشگوئی

ہے۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہزار سالہ دورِ تنزل کے آخر پر جب مسلمانوں کی اکثریت خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے اعراض کرنے والی ہوگی۔ تَتَوَلَّوْا ان پر صادق آ رہا ہوگا ایک اور قوم اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا جو اُن جیسی نہیں ہوگی۔ یعنی یہ تو انفاق سے گریز کرنے والے ہوں گے اور وہ (جماعت احمدیہ) انفاق کرنے کے بعد بھی یہ سمجھنے والے ہوں گے۔ کہ ہم نے تو اپنے رب کے حضور کچھ بھی پیش نہیں کیا۔ بالکل تضاد ہوگا دو قوموں کے کیریکٹر میں۔ اور اُن کی ذہنیت میں ــ تفسیر روح البیان میں ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہاں اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ۔ میں جس قوم کا ذکر ہے یہ کونسی قوم ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں اس وقت سلمان فارسیؓ کھڑے تھے آپ نے فرمایا یہ اور اس کی قوم۔ اور پھر آگے وہ حدیث آتی ہے کہ اگر ثریا پر بھی ایمان چڑھ گیا ہوگا تو فارسی الاصل مسیح موعود وہاں سے بھی ایمان کو لا کر قرآن کریم کے معانی اور اس کے معارف کو زمین پر قائم کرے گا۔ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس روایت کے

بڑی وضاحت سے بتادیا کہ جس قوم کا اس آیت میں ذکر ہے وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وہ جماعت احمدیہ ہے۔ پس

اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی فرمائی

کہ اسلام پر انتہائی تنزّل کا زمانہ آئے گا۔ اور مسلمان کہلانے والے دین کی راہ میں خرچ کرنے سے اعراض کرنے لگ جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت اور اس وقت سے اب تک جو زمانہ گزرا ہے اس میں آپ تمام مسلمانوں کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں خواہ وہ پاکستان اور ہندوستان کے رہنے والے ہوں خواہ وہ دوسرے ملکوں کے رہنے والے ہوں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ امت مسلمہ کی انفاق فی سبیل اللہ کے لحاظ سے بالکل وہی حالت ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ وہ انفاق فی سبیل اللہ سے اعراض کرنے والے ہوں گے اِلّا ماشاء اللہ۔ اس میں شک نہیں کہ بعض بڑے نیک آدمی بھی تھے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل۔ لیکن بڑی بھاری اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو شاید انفاق فی سبیل اللہ کے نام سے بھی آشنا نہ تھے۔ دین کی راہ میں اپنے اموال کو خرچ کرنے میں انہیں موت نظر آتی تھی۔ دوسرے یہ پیشگوئی فرمائی کہ حضرت مسیح موعود کو مبعوث فرما کر وہ ایک اور قوم پیدا کرے گا جو اس کی راہ میں اپنے اموال پانی کی طرح بہا دیں گے۔

شروع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو انفاق فی سبیل اللہ کی عادت ڈالنی پڑی تو آنہ آنہ دو دو آنے لے کر یہ عادت ڈالی۔ پھر بعد میں وہی لوگ تھے جنہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا لیکن وہ اُن لوگوں میں سے اس جماعت میں داخل ہو رہے تھے۔ جن کے لئے خدا کی راہ میں ایک آنہ خرچ کرنا بھی دوبھر تھا۔ پھر جب انہوں نے ایک آنہ پھر دو آنہ پھر چار آنہ پھر آٹھ آنہ پھر روپیہ پھر دس روپیہ دیا۔ اور آخر وہ انفاق فی سبیل اللہ کے جذبہ سے مست رہنے لگے۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ قوم بنادی یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ کہ جو انفاق فی سبیل اللہ بشاشت سے کرتے چلے جاتے ہیں۔

جس قوم نے اپنی یہ روایت بنائی ہے

کہ انفاق فی سبیل اللہ کی راہ میں ان کا ہر سال پہلے سے آگے ہوگا۔ اور ان کا ہر قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا کبھی ایک جگہ کھڑا نہیں رہے گا پیچھے ہٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ وہ قوم ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کہتا ہے ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْا اَمْثَالَکُمْ پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔ جن کا تَتَوَلَّوْا میں ذکر ہے۔ بلکہ یہ ایک کنٹراسٹ (CONTRAST) ہوگا۔ ایک نمایاں چیز ان کے اندر ایسی پائی جائے گی جو اُن کو تم سے علیحدہ کر دے گی۔

ایک غریب چھوٹی سی جماعت ہے ہماری۔ جیسا کہ ہم میں سے ہر ایک جانتا ہے اور غیر بھی جانتے ہیں پھر یہ توفیق ایک غریب جماعت کو کہاں سے ملی۔ اور کس نے دی کہ وہ اسلام کی راہ میں اپنے اموال کو خرچ کریں اور پھر وہ کونسی ہستی ہے جس نے ان کے اموال میں اتنی برکت ڈالی کہ اگر آج ساری دُنیا میں اسلام کی اشاعت کرنے والی کوئی جماعت ہے تو یہی غریب اور چھوٹی سی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنی برکت ڈالتا ہے اس جماعت کی مالی قربانیوں میں کہ ہماری عقلیں بھی اسے سمجھنے سے قاصر ہیں لیکن وہ

ہمارے اموال میں برکت پر برکت ڈالتا چلا جاتا ہے۔

آپ ایک دھیلہ دیتے ہیں اور ایک پہاڑ اس کا نتیجہ نکل آتا ہے۔ جیسا کہ میں نے جلسہ سالانہ پر بھی بتایا تھا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب تحریک جدید کا اجراء کیا تو پہلے سال قریباً ستائیس ہزار روپیہ کا مطالبہ کیا تھا۔ اور دس سال کے بعد جو اثر اور نتیجہ پیدا ہُوا اس کا دنیا میں وہ یہ تھا کہ دس سالہ اس حقیر کوشش کے نتیجہ میں وہ زمانہ آیا کہ ۱۹۴۵ء سے ۶۶ء تک قریباً ۲۱ سال میں قریباً تین کروڑ روپیہ غیر ملکوں کی آمد تحریک جدید کو ہوئی۔ یعنی یہ "قوم" غیر ملکوں میں بھی پیدا ہونی شروع ہو گئی۔ (یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ) تو صرف مرکز میں ہی ایسی قوم پیدا نہیں ہوئی بلکہ ساری دُنیا میں اللہ تعالیٰ نے اس قوم کا ایک نمونہ بنی نوع انسان کو دکھایا۔ کہ دیکھو تم نے بخل سے کام لیا۔ تمہیں کیا ملا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بشاشت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال کو قربان کیا۔ دیکھو یہ کہاں سے کہاں تک پہنچ گئے۔ کیا وہ ایک بدلی ہوئی قوم نہیں ہے۔ کیا یہ وہ قوم نہیں جن کے اعمال کو دیکھ کر، جن کے اعمال کے نتائج کو دیکھ کر انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ قوم ہے۔ اس کی پیدا کردہ جماعت ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جس کے متعلق قرآن کریم نے کہا ہے یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ کہ وہ تم میں سے ہوں گے۔ وہ تم میں ہوں گے لیکن وہ اپنے ایثار میں تم سے علیحدہ ہوں گے۔ وہ اسلام کی ہی ایک جماعت ہوگی۔ لیکن جہاں تک اُن کی قربانیوں کا تعلق ہوگا۔ جہاں تک ان قربانیوں کے پھل اور ثمرہ کا تعلق ہوگا جو آسمانی حکم کے نتیجہ میں پیدا ہوگا تم میں اور ان میں کوئی مماثلت نہیں ہوگی۔

تو اس قوم کو جس نے اپنے لئے یہ روایت قائم کر لی ہے کہ ان کا قدم ہر میدانِ قربانی میں (انفاق فی سبیل اللہ کے میدان میں بھی) آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اس قوم کے عزیزوں اور بھائیوں کو میں بطور یاد دہانی یہ کہنا چاہتا ہُوں کہ سالِ رواں صدر انجمن احمدیہ کے چندوں کا قریباً ختم ہو رہا ہے ...... سال گزرنے میں دو ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ لیکن جہاں تک وصولی کا سوال ہے وہ اس نسبت سے کم ہے۔ یعنی سارے سال کا بجٹ اگر بارہ مہینوں پر پھیلایا جائے تو دو مہینہ کی جو رقم باقی رہ جانی چاہیئے تھی اس سے زیادہ رقم باقی رہ گئی ہے۔ یہ تو مجھے پتہ ہے کہ خدا کے فضل سے، محض خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنی کسی خوبی کے نتیجہ میں نہیں) آپ اپنی ذمہ داریوں کو ضرور نبھائیں گے۔ اور آپ کا قدم سالِ گزشتہ سے پیچھے نہیں رہے گا۔ لیکن میں نے یہ سوچا کہ میں اپنے بھائیوں کو اس طرف متوجہ کر کے اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھوں کہ وہ مجھے اس یاد دہانی کا ثواب عطا کرے گا ...... بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ مثلاً دوسرے تیسرے مہینہ میں انہیں کوئی ضرورت پیش آتی۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اب ہم اپنی ضرورت پوری کر لیتے ہیں اور سال کے اندر اندر ہم بہرحال خدا کی ضرورت کے پورا کرنے کے لئے جو وعدے ہم نے دیئے ہیں۔ وہ پورا کر دیں گے۔ تو اپریل کے مہینہ میں آمد جو ہے وہ ہر مہینہ کی نسبت سے کہیں بڑھ جاتی ہے۔ اوّل تو میری طبیعت پر یہ چیز بھی گراں گزرتی ہے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شروع سال میں ہمیں خواہ وہ اپنی ہی بعض دوسری ریزرو مدوں میں سے رقم لینا پڑے، مانگ کر گزارہ کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے لئے تو کوئی تکلیف نہیں بلکہ غیرت مجھے ضرور آتی ہے کہ وہ قوم جن کا اللہ تعالیٰ نے اس شان کے ساتھ اپنے کلام مجید میں ذکر کیا ہے وہ اگر اپنے چندے شرح کے ساتھ ماہ بماہ دینا شروع کر دیں تو کسی ماہ بھی کسی مد سے ہمیں مانگنا نہ پڑے اِلّا ماشاء اللہ بہرحال

اب تھوڑا وقت رہ گیا ہے

اور ذمہ داری بڑی ہے۔ خصوصاً اس قوم کے لئے کہ جو یہ دیکھ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری حقیر کوششوں میں کس قدر برکت ڈالتا ہے اور کیسے اعلیٰ اور شاندار نتائج اس کے نکالتا ہے۔ اور جہاں تک ذاتی طور پر ہمارا تعلق ہے اس دُنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کسی کا قرض اپنے سر پر نہیں رکھتا۔ بہت سے خاندانوں کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اٹھنی یا چار آنے یا روپیہ ماہوار چندہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو اس دنیا میں بھی اس سے کہیں بڑھ کر واپس کیا۔ ان میں سے ایسے خاندان بھی ہیں جن کی ماہوار آمد بیس پچیس یا تیس ہزار روپیہ ماہوار ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کسی کا قرض اپنے ذمہ نہیں رکھتا۔ اصل نعمت تو وہ ہے جو مرنے کے بعد ہمیں ملنی ہے۔ لیکن اس دُنیا میں بھی وہ اپنے فدائی، اپنے جاں نثار اپنی راہ میں خرچ کرنے والے جو اُسے غنی اور اور خود کو فقیر سمجھتے ہیں اور ہر دم اپنے دل میں اس کی احتیاج پاتے ہیں ان کو مایوس نہیں کرتا۔ بلکہ اتنا دیتا ہے کہ لینے والا حیران رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ توفیق عطا کرتا رہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو اس رنگ میں نبھاتے رہیں جس کے نتیجہ میں وہ ہم سے خوش ہو جائے۔ اور اس کی رضا کو ہم حاصل کر لیں۔

اَللّٰھُمَّ اٰمین

◎

جملہ احباب جماعت ہائے احمدیہ بھارت کے لئے

ضروری اعلان

جملہ جماعت ہائے احمدیہ کے احباب کی اطلاع کے لئے لکھی ہے کہ بعض احباب اپنی درخواستیں قرضہ، امداد یا ملازمت وغیرہ کے سلسلہ میں براہِ راست نظارت ہذا اور دیگر مرکزی ادارہ جات میں بھجوا دیتے ہیں۔ جس سے ایک تو ان درخواستوں پر متعلقہ جماعتوں کے عہدیداروں سے رپورٹ حاصل کرنے پر زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ اور بروقت کارروائی نہ ہونے کی وجہ سے درخواست دہندگان کے لئے بھی مشکلات اور شکوہ کا باعث ہوتا ہے۔ نیز مرکزی ادارہ جات کے لئے بھی وقت اور پریشانی اور زیادتی خرچ کا موجب ہوتا ہے۔ اِس لئے آئندہ کے لئے یہ طریق مقرر کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی درخواستیں مقامی عہدیداران اور مرکزی مبلغین کی وساطت سے بھجوائی جایا کریں۔ تاکہ مرکزی ادارہ جات بروقت ان پر توجہ دے سکیں۔ اور جو درخواستیں براہِ راست موصول ہوں گی اُن پر آئندہ مرکزی ادارہ جات کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ اس لئے آئندہ اس اعلان کو مدنظر رکھ کر احباب اپنی درخواستیں بعد تکمیل بھجوا کر ممنون فرمادیں۔

ناظرِ اعلیٰ قادیان

ایک درویش سے طویل انٹرویو

از مکرم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی ناظر بیت المال آمد صدر انجمن احمدیہ قادیان

مکرم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی کا یہ مضمون "انٹرویو" کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ یہ انٹرویو انہوں نے کب اور کس سے لیا۔ اس کی تخصیص انہوں نے نہیں کی۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ یہ انٹرویو کسی ایک درویش کا ہے۔ بلکہ یہ سمجھ لینا بھی درست ہوگا کہ یہ انٹرویو تمام درویشوں کا ہے کیونکہ انٹرویو کسی بھی درویش سے لیا جاتا اس سے ذرا بھی مختلف نہ ہوتا!
ایڈیٹر

ترقی کرنے والی باوقار قوموں کی زندگی میں کچھ لمحات تاریخ ساز ہوتے ہیں۔ بعض عوامل ایسے ہوتے ہیں جنہیں قدرت کا زبردست ہاتھ ہانک کر قوموں کی زندگی میں یوں داخل کر دیتا ہے کہ وہ ان کی تاریخ کا ایک نمایاں اور درخشندہ باب بن جاتے ہیں۔ ایسا باب جو دنیا کی توجہ کو اپنی جانب مبذول و مرکوز کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ معمولاً تو قوموں کی زندگی میں نشیب و فراز کا سلسلہ جاری رہتا ہی ہے لیکن سفر زندگی میں کئی مقام ایسے بھی آجاتے ہیں جن کے نشیبوں کی تھاہ نہیں ملتی اور جن کے فرازوں کو نگاہوں کے تیر بھی نہیں چھو سکتے!

ایسا ہی ایک مقام جماعت احمدیہ کے سفر زندگی میں بھی آیا جبکہ دار و رسن کی آزمائش درپیش تھی۔ جب قربان گاہ محبت میں سروں کا سودا ہو رہا تھا۔ جب الٰہی نوشتوں کے مطابق "داغ ہجرت" اپنا کارگزار کر چکا تھا۔ اور قادیان کے مقامات مقدسہ کو اپنی خدمت کے لئے ۳۱۳ ایسے خدام کی ضرورت تھی جن کے سر گردنوں پر نہیں بلکہ ہتھیلیوں پر ہوں۔ جو حال سے بے خوف اور مستقبل سے بے نیاز ہوں۔ علائق دنیوی جن کے پاؤں کی زنجیریں نہ بن سکیں اور خواہشات جن کے سینوں میں جنم لینے سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اتر جائیں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا قادیان کو اس وقت ۳۱۳ زندہ لاشوں کی ضرورت ہے ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر ۳۱۳ زندہ لاشیں حاضر ہو گئیں۔ اور اجتماعی قربانی کے اس امتحان میں جماعت اپنے پیارے امام کے سامنے سرخرو ہو گئی۔ ساری جماعت کی نمائندگی کے لئے ۳۱۳ خدام احمدیت اپنی بے سروسامانی سمیت مقدس مقامات کی آبادی اور خدمت کا جذبہ دلوں میں لئے ایک غیر محدود عرصہ کے لئے درِ حبیب پر دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ ابتلاء و آزمائش کا ایک لامتناہی دور شروع ہو گیا۔ جس کے دامن میں بڑے صبر آزما ایام تھے۔ یہی وہ ۳۱۳ خدام احمدیت تھے جنہیں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الٰہی پیشگوئیوں کے مطابق "درویش" کے معزز خطاب سے نوازا۔ یعنی وہ خطاب جو تمام درویشوں کے لئے ساری دنیوی نعمتوں کا نعم البدل بن گیا۔ اور جو درویشوں کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ الحمد للہ۔

آج کی صحبت میں انہی ۳۱۳ درویشوں میں سے ایک درویش کا انٹرویو حاضر خدمت کر رہا ہوں۔ اس انٹرویو میں ۲۵ سالوں کی طویل قربانی کی داستان بھی ہے۔ زندہ اور ترقی کرنے والی قوموں کی طرح دین کی خاطر وقفِ زندگی کا عظیم مظاہرہ بھی ہے۔ اور شب و روز کے جانگسل اور صبر آزما لمحات کا انعکاس بھی ہے۔ وہ لمحات جو نہایت سست روی سے رینگتے رہے۔ لیکن ان کے تحرک میں ایک غیر منقطع تسلسل تھا۔ اور متحرک لمحات کتنے بھی سبک رو ہوں وہ وقت کے فاصلوں کو بہر حال عبور کر جاتے ہیں۔

لیجئے انٹرویو حاضر ہے

۱۔ سوال :- آپ نے درویشی کیسے اختیار کی؟

جواب :- یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ورنہ میں اپنے عمل و کردار کے لحاظ سے اپنے آپ کو اس معزز خطاب کا مستحق نہیں پاتا میں تو بشری کمزوریوں کا ایک مجسمہ ہوں۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ عظمت و اطاعتِ امام کا ایک جذبہ میرے دل میں تھا جس نے میرے ناچیز سر کو امام جماعت کے سامنے جھکا دیا میرے محبوب آقا سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کن فرمایا اور میں فیکون کی تصویر بن گیا۔ دراصل اسلام ہمیں اسی قسم کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اور جب تک یہ جذبہ افرادِ جماعت میں کارفرما نہ ہو کوئی جماعت حقیقی معنوں میں "جماعت" کہلا ہی نہیں سکتی

۲۔ سوال :- اس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف خون ہی خون بکھرا ہوا تھا۔ اور سارا پنجاب موت کی وادی کا منظر پیش کر رہا تھا اور موت کے سوداگر ہر گلی کوچے میں آزادانہ جنسِ موت ارزاں فروخت کر رہے تھے آپ نے یہ جرأت کیسے کر لی؟

جواب :- آپ نے یہ سوال ایسا کیا ہے جو صرف عقیدت پرستی سے تعلق رکھتا ہے یہ درست ہے کہ اس وقت سارا پنجاب ایک قتل گاہ مظلوماں بنا ہوا تھا۔ اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ حد نگاہ تک خون اور لاشوں کا ایک لرزہ براندام منظر تھا۔ لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ عشق نابینا ہوتا ہے۔ وہ تو منزلِ مقصود کی راہ کے خطرات سے بے نیاز ہوتا ہے۔ عقل اور عشق کی راہیں ہمیشہ متخالف و متضاد رہی ہیں۔ عقل ہمیشہ جذبۂ خلوص کی دامنگیر رہی ہے اور عشق ہمیشہ دامن چھڑا کر خطرات سے بغلگیر ہوتا رہا ہے ؎

بے خطر کود گیا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لبِ بام ابھی

صدیاں گزر گئیں اور آئندہ بھی صدیوں پر صدیاں گزرتی رہیں گی۔ لیکن ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آتشِ نمرود میں بے دھڑک کود جانے کا بے مثال جذبہ عقل کے کسی خانے میں فِٹ نہ آسکے گا۔ بہرحال ہم نے پنجاب کا یہ خونیں منظر دیکھا لیکن موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتے رہے اور موت پہلو بچا کر نکل جاتی رہی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہماری بے بال و پری کی لاج رکھ لی۔ آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ۳۱۳ کے مبارک تاریخی عدد کی لاج رکھ لی۔

سوال :- درویش بننے کے بعد آپ کے گزارہ کی کیا صورت تھی؟

جواب :- گزارہ کی بھی سادی درویشانہ سی صورت تھی۔ دو وقت کا کھانا بڑی باقاعدگی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگرخانہ سے مل جاتا تھا اور سائر اخراجات کے لئے ماہانہ پانچ روپے ملتے تھے۔ اور راتیں درویشانہ گدڑیوں میں کٹ جاتی تھیں۔ بیک وقت ۳۱۳ آدمیوں کے لئے لنگرخانہ میں کھانا پکانے کا انتظام بہت حسین اور ایمان افروز منظر پیش کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ؎

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکُلِی
وَصِرْتُ الْیَوْمَ مِطْعَامَ الْاَہَالِی

فرمایا ایک زمانہ تھا کہ میں دسترخوان کے بچے ہوئے ٹکڑے کھایا کرتا تھا اور آج یہ حالت ہے کہ کئی خاندان میرے دسترخوان پر پل رہے ہیں۔

یہ درویشی کے ابتدائی زمانہ کی بات ہے جبکہ صدر انجمن احمدیہ کے پاس ذرائع کا فقدان تھا اور دونوں وقت لنگرخانہ سے کھانے کا انتظام بھی بمشکل ہو پاتا تھا۔ لیکن جب صدر انجمن احمدیہ کی مالی حالت کسی قدر متکفل ہونے کے قابل ہو گئی تو پھر حسب حالات گزارے ملنے شروع ہو گئے یعنی لنگرخانہ سے کھانا دینے کا انتظام ختم کر کے پندرہ روپیہ ماہانہ وظیفہ دیا جانے لگا۔ یہ سوال کہ یہ گزارے ضروریات کی نسبت سے کم تھے یا کافی، اپنی نوعیت کے لحاظ سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ درویشی کا تقاضا تھا کہ کیف و کم کو قطعاً نظر انداز کر دیا جائے۔ لہٰذا صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ بہرحال صدر انجمن احمدیہ سے گزارے ملتے تھے۔ جو نانِ شبینہ کے لئے کفایت کرتے تھے۔ الحمد للہ

سوال :- آپ میں سے بہت سے درویش ایسے تھے جن کے بیوی بچے ہجرت کر کے پاکستان جا چکے تھے۔ ان کے گزارہ کی کیا صورت تھی جبکہ آپ کے اپنے گزارے نہایت قلیل تھے۔ ان کی جدائی کے اثرات اور ان کے نان نفقہ کے لئے آپ کے تفکرات کیا تھے؟

جواب :- قدرتی طور پر یہ وہ زمانہ تھا جب ہم پیش آمدہ تلخ ترین حقائق و واقعات کا سامنا کر رہے تھے۔ جدائی کے اثرات۔ تو ان میں کوئی شدت نہ تھی اس لئے کہ ہم میں سے ہر ایک نے ایسے احساسات کو دماغ سے جھٹک کر ہی درویشی اختیار کی تھی۔ اور پھر [illegible] بات یہ بھی تھی کہ

"اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں کا کیا ڈر"

ہم میں سے اکثر کے بیوی بچوں کو قریبی یا دور کے رشتہ داروں کے ہاں پناہ مل گئی تھی۔ اور وہ رشتہ داری کے احترام میں یا خونی رشتوں کی لاج کے مدنظر ان کے متکفل بن گئے تھے۔ اور جن درویشوں کا کوئی رشتہ دار پاکستان میں نہ تھا ان کا تکفل خدائے نفس سے جماعت کے ذمہ تھا۔ ایک منظم جماعت کی موجودگی میں جو ہے وہ اس وقت کیسے کٹھن حالات سے دوچار تھی ہم ان تفکرات سے بالکل بے نیاز تھے اور پھر جب جماعت کے لئے قربانی کا مسئلہ سامنے تھا تو ظاہر ہے کہ ہمارے ساتھ ہمارے بیوی بچوں کو بھی تکلیفیں برداشت کر کے قربانی دینا تھی۔ کیونکہ بیشک ذبح تو ذبیح ہی ہوتا ہے لیکن قربانی دینے والے کی بیت بھی تو متاثر ہوتی ہے۔ پس ہم اور ہمارے بیوی بچے مشترکہ طور پر قربانی کے راستہ پر گامزن تھے۔ اور یہ جماعتی تربیت کی پختگی تھی کہ ہمارے بیوی بچے بھی باوجود ایک ہمت شکن آزمائش کے اس قربانی پر [illegible] تھے۔ اور یہ [illegible] کے لئے قابل مبارکباد ہے [illegible] تربیت کے ذریعہ اپنے افراد کے دلوں [illegible] یہ جذبے پیدا کئے [illegible]

پیارے آقا سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ معجزہ ملا تھا کہ آپؓ کے ایک اشارے پر آپؓ کے ۳۱۳ غلاموں نے اجتماعی قربانی کے لئے اپنی گردنیں رکھ دیں اور ان کے بیوی بچوں نے بھی صبر و ثبات کا مظاہرہ کیا۔

سوال :- تقسیم ملک کے بعد جو لوگ ہجرت کر کے گئے تھے انہیں ان کی حیثیتوں کے مطابق مکانات دکانات اور زمینیں وغیرہ وہاں الاٹ ہو رہی تھیں۔ اور مہاجرین اپنی معیشت اور اقتصادیات کو سنوار رہے تھے۔ اس کا ردّعمل آپ کی طبائع پر کیا تھا ؟

جواب :- یہ سوال واقعی بہت اہم ہے ــــ لیکن اُن کے لئے جن کا نقطۂ نظر محض دنیوی ہو۔ میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ جب ہم دل و جان سے احمدیت کے دائمی اور مقدس مرکز قادیان اور اس کے مقاماتِ مقدسہ کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو اور اپنی خواہشات کو قربان کر چکے تھے تو پھر یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہاں مہاجرین کو زمینیں وغیرہ الاٹ ہونے کا ہم پر کیا اثر تھا۔ اور پھر جب ہمارے ساتھ آسمان پر ایک مقام حاصل کرلینے کے مبشرات اور اللہ تعالےٰ کے وعدے تھے تو قدرت نے ہمارے لئے طمانیتِ قلبی کا سامان بھی اُتارا تھا۔ مرکزِ احمدیت میں قیام، مقاماتِ مقدسہ کی قربت اور خدمتِ دین کی عظمت کے مقابلہ میں ان مادی اور زمینی چیزوں کی حیثیت ہی کیا ہے۔ ان کے زخمی اور افسردہ دلوں سے پوچھئے جن سے قادیان چھن گیا۔ ان کے زخمِ جگر کی گہرائی کو ناپئے جن کی آنکھیں بہشتی مقبرہ اور المسیح کی زیارت کو ترس گئیں۔ ان مہجوروں سے دریافت کیجئے جو دار المسیح کی ایک جھلک دیکھ لینے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ کتنی حسرت بھری ہوئی ہے حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا کے ان قیمتی اور تاریخی اشعار میں جو آپ نے اہلِ قادیان (درویشوں) کے نام اپنے پیغام میں فرمائے تھے ؎

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں بستے ہو
دیارِ مہدیٔ آخر زماں میں بستے ہو
قدم مسیح کے جس کو بنا چکے ہیں حرم
تم اُس زمینِ کرامت نشاں میں بستے ہو
خدا نے بخشی ہے الدّار کی نگہبانی
اُسی کے حفظ اسی کی اماں میں بستے ہو

کتنا درد اور سوز ہے ان الفاظ میں۔ یہ اشعار گویا ہیں خونِ دل سے لکھی ہوئی ایک اہم تاریخی دستاویز ہے۔ یہ الفاظ ایک مقدس دل کی گہرائیوں سے نکلے اور لاکھوں افرادِ جماعت کے قلوب کی گہرائیوں میں بیٹھ گئے ؎

فرشتے ناز کریں جس کی پہرہ داری پر
ہم اس سے دور ہیں تم اس مکاں میں بستے ہو

مجھے یاد ہے کہ جب تقسیم ملک کے بعد ۱۹۴۹ء کے جلسہ سالانہ پر حضرت سیدہ موصوفہ کی یہ نظم ہمارے درویش بھائی مکرم ملک بشیر احمد صاحب ناصر نے پہلی بار ترنم کے ساتھ پڑھی تھی تو ہر درویش اور حاضرینِ جلسہ کی آنکھیں اشکبار تھیں اور دبی دبی سسکیاں سینوں سے نکل رہی تھیں۔ لیکن جب یہ شعر پڑھا گیا ؎

شبیں جہاں کی ہیں شب قدر اور دن عید ہیں
جو ہم سے چھوٹ گیا اس جہاں میں بستے ہو

تو صبر و ضبط کا دامن چھوٹ گیا تھا اور بے اختیار چیخوں سے ایک حشر سا بپا ہو گیا تھا

یوں تو ہم پہلے بھی اپنی درویشی کو ایک قیمتی متاع سمجھتے تھے لیکن اس نظم نے تو ایک اور ہی رنگ میں ہمیں اپنی درویشی سے متعارف کروایا۔ اور درویشی کی قدر و قیمت ہماری بلکہ جماعت کی نگاہوں میں اور بھی بڑھ گئی۔ یہ نظم رہتی دنیا تک ہمارے لئے اور ہماری نسلوں کے لئے سرمایہ فخر رہے گی۔

علاوہ ازیں ہمارے محبوب آقا سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے متعدد مرتبہ اپنے ان ناچیز خدام یعنی درویشوں کو محبت بھرے اور حوصلہ افزا الفاظ میں یاد فرمایا اور سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے بھی ہمیشہ ہمیں اپنی شفقت کے سایہ میں رکھا۔ اور جماعت کے لاکھوں افراد نے دل سے ہماری قدر کی۔

ان حالات میں کیا آپ یہ اندازہ آسانی سے نہیں لگا سکیں گے کہ قادیان کی درویشی کے مقابلہ میں ہم کسی چیز کو ترجیح دے ہی نہ سکے اور قناعت اور صبر و شکر کے باعث ہماری بے سروسامانی ہی سامان بن گئی۔ قناعت نہ ہو تو ہفت اقلیم بھی تنگ ہے اور قناعت ہو تو ایک دلق میں دو درویش گزارہ کر لیتے ہیں ؎

نیم نانے گر خورد مردِ خدا
بذلِ درویشاں کند نیمے دگر

سوال :- آپ سب ابتدائے درویشی میں مجرد تھے۔ جو شادی شدہ تھے ان کے بیوی بچے پاکستان جا چکے تھے۔ کیا آپ اپنے اس زمانہ کے تجرد کے بارہ میں اپنے تاثرات بیان کر سکیں گے۔ ؟

جواب :- حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بہت ہی تلخ تجربہ تھا۔ انسان کے طبعی تقاضوں کے متعلق اگر کوئی شخص بے نیازی کا اظہار کر کے اپنی بڑائی جتانا چاہے تو غالباً یہ درست نہ ہوگا پھر کیوں نہ یہ اقرار کر لیا جائے کہ تنہائیاں ہیں ڈستی تھیں اور تجرد ذہن و احساس میں ایک ہیجان بپا کرتا تھا۔ یوں تو سارے درویش خدا کے فضل سے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کے مضبوط قلعہ میں پناہ گزین تھے۔ لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ہمہ اوقات اس کیفیت کو اپنے اوپر وارد رکھنا صرف اولیاء اللہ کا ہی شیوہ ہے۔ اور طبعی بات یہی ہے کہ بیوی بچے ہجومِ غم میں تفکرات بانٹ لیا کرتے ہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ قدرت نے یہ بہت پُرحکمت انتظام کر رکھا ہے کہ انسان اپنے تفکرات کو افرادِ خانہ میں بیٹھ کر بھول جاتا ہے

لیکن یہاں بیوی بچوں اور غمخوار دلوں کا نام و نشان نہ تھا۔ احساسِ درد و غم سے ناآشنا در و دیوار تھے یا ہم تھے۔ تجرد کا یہ زمانہ چار پانچ سال تک ممتد رہا۔ اس موقع پر گو یہ ایک لطیفہ ہے مگر مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے جذباتِ لطیف سے عاری نہ سمجھیں گے اس لئے یہ لطیفہ عرض ہے کہ ابتدائے درویشی میں ہمارے احمدیہ محلہ میں آٹھ سال کی عمر کا ایک کمسن احمدی بچہ محمد صدیق نام تھا۔ جو ہمارے ایک سابق درویش نور محمد صاحب ماشکی حال مقیم ربوہ کا بیٹا تھا۔ چھوٹا سا قد۔ موٹے نقوش۔ گہرا سانولا رنگ اور اَن پڑھ۔ لیکن طبعی جذبے کی مجبوری! کہ وہی بچہ ہم سب کی آنکھ کا تارا تھا۔ ایک درویش اسے اپنے کندھے سے اتارتا تھا اور دوسرا سوار کر لیتا تھا وہ اکیلا راکب تھا اور ہم سب مرکب تھے یہ ایک طبعی جذبہ تھا جسے ہزار کوشش کے باوجود دبایا نہیں جا سکتا تھا۔ اسے کندھے پر بٹھا کر کس کس درویش کو اپنے بچے یاد آئے ہوں گے اور اس نے اپنے جذبات کے دھارے کے سامنے کس طرح بند باندھا ہوگا۔ اور اس بچے کی قربت نے کتنی فرقتوں کو جراحتِ دل کی دعوت دی ہوگی یہ ایک داستان ہے جسے خود پر وارد کر کے ہی لذت یاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن کون لذت یاب ہوگا ؎

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں!

سوال :- کنوارے درویشوں کی شادیاں قادیان سے دور دراز کے علاقوں میں اجنبی ماحول میں ہوئیں جن کا تہذیب و تمدن یکسر مختلف تھا۔ کیا اس بارے میں آپ اپنے تاثرات بیان کر سکتے ہیں ؟

جواب :- اس بارہ میں سب سے پہلی بات تو میں یہ عرض کروں گا کہ ؎

دنیا کا اتنا ظرف کہاں ہے کہ سونپ دیں
وہ تجربات جو ہیں امانت حیات کی

تاہم مجھے اس بارہ میں بھی کچھ عرض کرنا ہی ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہماری جماعت خدا تعالےٰ کے فضل سے رنگ و نسل اور ملک کی تحدید سے بالکل آزاد ہے کیونکہ احمدیت آفاق کو چھو چکی ہے۔ ہمارے افریقی احمدی بھائی پاکستان میں شادیاں کر رہے ہیں اور یورپ کے احمدی بھائی افریقہ اور ایشیا میں۔ لہٰذا بُعدِ مکانی اور اجنبیت کا وجود تو قطعی طور پر مٹ چکا ہے تاہم علاقائی تہذیب و تمدن کے تضاد کے اثرات کا رونما ہونا ایک قدرتی بات ہے۔ اور اس ناگزیر حقیقت سے مفر ممکن نہیں لیکن سب سے پہلے یہ بات مدنظر رہنی چاہیئے کہ احمدی دنیا کے کسی بھی ملک میں ہوں احمدیت ان کی قدر مشترک ہے اور احمدیت نے ہمیں باہم ایسے گہرے رشتہ میں باندھ دیا ہے کہ اس کے سامنے تمام خونی رشتے بھی ماند پڑ گئے ہیں۔ ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے لاکھوں ایسے لوگ زندہ موجود ہیں جن کے جدّی خاندانوں نے انہیں محض قبولِ احمدیت کی وجہ سے دھتکار دیا۔ گھروں سے نکال دیا اور محروم الارث کر دیا لیکن وہ ان تمام محرومیوں کی تلخیوں کے گھونٹ الحمد للہ کہہ کر اپنے حلق سے اتار گئے۔ کیونکہ انہیں اپنے جدّی خاندانوں کے چند افراد کے بدلہ میں ایک وسیع تر خاندان ملا تھا اور اس خاندان کا نام ہے

"جماعتِ احمدیہ"

جو اُفقِ مشرق سے اُفقِ مغرب تک پھیلا ہوا ہے اور یہ ایمان افروز نظارے ہزاروں بار ہم نے دیکھے ہیں کہ ایک انڈونیشی یا افریقی دوست جب آ جائے تو انڈین یا پاکستانی احمدی ان سے یوں ملاقات کر رہے ہوتے ہیں جیسے ایک ماں جایا بھائی مدت سے بچھڑا ہوا ملا ہو!

تاہم ایک حقیقت ناگزیر کے طور پر تہذیب و تمدن کے تفاوت و تضاد نے اپنے اثرات دکھائے جو مرورِ زمانہ کے ساتھ آہستہ آہستہ ختم ہوتے چلے گئے۔ یا یوں سمجھئے کہ "کچھ لو اور کچھ دو" کے اصول پر ایک درمیانی نقطہ پر ہم آہنگی پیدا ہو گئی۔ بُعد قرب سے بدل گیا اور تضادات نے باہم صلح کر لی۔

لیکن لطیفہ کے طور پر یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ ہمارے چند درویش ایسے بھی تھے جو اردو بولنے کے عادی نہ تھے ان کی بیویاں جب ایسے صوبوں سے آئیں جہاں خالص ہی اردو بولی جاتی ہے تو میاں بیوی کی باہمی گفتگو کچھ اس طرح ہوتی تھی :-

میاں :- "میں نینوں آکھا تھا کہ منجا ٹھا کے چھانویں رکھ دو" (میں نے تمہیں کہا تھا کہ چارپائی اٹھا کر سائے میں رکھ دو)

بیوی :- "جانے کا کہت کچھے سمجھ تو آوے نا" (خدا جانے آپ کیا کہہ رہے ہیں کچھ سمجھ تو آتی نہیں)

میاں :- "دال کو گنڈھیاں کا تڑکا لگیا یا نہیں" (دال کو پیاز کا بگھار دیا یا نہیں)

بیوی :- "گنڈھوں کا تڑکا تو نہیں لگایا پیاز کا بگھار دے دیا تھا"

بیوی :- "بجار جا رہے جری لہسن تو لیتے آئیو" (آپ بازار جا رہے ہیں تھوڑا سا لہسن تو لے آئیے گا)

میاں (بیچارہ نے بازار کی بات تو سمجھ لی مگر لہسن کے متعلق سوچا کہ یہ کیا بلا ہے۔ لیکن بیوی سے دوبارہ نہ پوچھا کہ سُبکی ہوگی چنانچہ کسی ہمسایہ سے پوچھا کہ لہسن کیا ہوتا ہے!) لہسن لے کر گھر آئے تو بیوی سے کہا "بھلیئے لوکے سدھا کہنا تھا کہ تھوم لیا" (بھلی عورت سیدھی طرح کہنا تھا کہ تھوم لے آؤ)

لیکن زمانہ گزرتا گیا۔ کچھ عرصہ میاں بیوی کی گفتگوئیں اسی طرح ہوتی رہیں۔ جو بات ایک دوسرے کی سمجھ میں نہ آتی تھی وہ بین الاقوامی زبان یعنی اشاروں میں کچھ سمجھائی جاتی تھی۔ اور پھر اس مرکب تہذیب کی کوکھ سے ایک اور مشترکہ زبان نے جنم لیا جو نہ اردو رہی نہ پنجابی۔ بیوی نے کچھ پنجابی ملی اردو پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا اور میاں نے اردو کو ذبح کرنا شروع کر دیا۔ اور یوں گنگا اور چناب کا ایک سنگم سا بن گیا۔ اور بُعد زمانی نے فصلِ مکانی پر غلبہ پا لیا۔

بایں ہمہ اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ دنیوی لحاظ سے یکسر تہیدست درویشوں کو اُس زمانہ میں جن والدین نے اپنی بیٹیاں دیں یہ ان کی قابل قدر قربانی تھی۔ سینکڑوں ہزاروں میل دور اجنبی ماحول میں تہذیب و تمدن کے تضاد والے مقام پر اپنی بیٹیوں کو ایسے لوگوں کے ساتھ بیاہ دینا جن کے خاندان یا ماضی کا کوئی علم نہ تھا۔ اور مستقبل بھی پردۂ غیب میں تھا، صرف درویشی کا احترام کرکے اپنی بیٹیوں کے ہاتھ تھما دینا ایک قابل قدر جذبۂ للّٰہی تھا۔ اللہ تعالےٰ ان سب لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

سوال:۔ ان شادیوں کے نتیجہ میں قدرتی طور پر درویشوں کی اولادیں بھی ہوئیں۔ لیکن گھر میں کوئی بھی رشتہ دار عورت (چچی۔ خالہ۔ ممانی بہن بھانجی۔ بھاوج بھتیجی وغیرہ) نہ ہونے کی وجہ سے زچگی وغیرہ کے مواقع پر آپ کن حالات میں سے گزرے؟

جواب:۔ آپ کا سوال معقول بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ یہ کیفیت تو آپ نے اپنے سوال میں ہی بیان کر دی ہے کہ درویشوں کی شادیوں کے بعد جب ان کے گھر آباد ہوئے تو وہ صرف میاں بیوی تھے۔ میاں یا بیوی کی طرف سے کوئی بھی رشتہ دار پاس نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ کوئی رشتہ دار عورت بھی نہ تھی۔ نہ ماں نہ ساس نہ چچی نہ خالہ۔ نہ بہن نہ بھانجی۔ نہ بھابی نہ بھتیجی ایسے حالات میں جب کسی درویش کے ہاں ولادت کا وقت آتا تو وہ بیچارہ عجیب پریشانی کے عالم میں مبتلا ہوتا۔ وہ کسے دردِ زہ میں مبتلا بیوی کے پاس چھوڑے اور کسے نرس یا دائی کو بلانے بھیجے۔ یہ عجیب پریشانی کا وقت ہوتا تھا۔ خاص طور پر ایسے اوقات جب کہ ہمسایوں کے ہاں بھی ایسا ہی وقت ہوتا۔ اس بے بسی کے عالم کو صرف درویش ہی سمجھ سکتے ہیں۔ کوئی قاری یا سامع نہیں سمجھ سکتا۔ کیونکہ ایک طرف یہ بے بسی کارفرما ہوتی تھی، اور دوسری طرف بے سروسامانی کی درد انگیزیاں تھیں۔ بچے نے تو بہر حال پیدا ہونا ہی ہوتا تھا اور وہ پیدا ہو جاتا تھا۔ لیکن اپنے جلو میں مزید پریشانیاں لے کر آتا تھا۔ زچہ کی خوراک۔ دوا دارو کا انتظام اور بچے کی دیکھ بھال میں۔ بیوی کی مدد اور پھر دفتری ذمہ داریوں کی ادائی۔ دو ٹانگوں والا درویش کون کونسی ذمہ داری کی طرف بھاگتا۔ ظاہر ہے کہ اسے اپنے لئے آٹھ ٹانگوں کی تخلیق کرنا پڑتی تھی۔ وہ دفتر جاتا تو ذہن زچہ کی چارپائی کے گرد گھومتا گھر آتا تو دفتری ذمہ داریاں آواز دیتیں۔ وہ اکیلا ہوتا اور فرائض کی مختلف و متضاد نوعیتیں ہوتیں وہ کبھی کلرک ہوتا کبھی دائی بنتا۔ کبھی ماما کی ڈیوٹی ادا کرتا اور کبھی باورچیخانہ میں سرگرمیاں کام کرتا۔ اور زبانِ حال سے کہتا

رہیئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو

لیکن ایسی جگہ اس سے بہتر کہاں مل سکتی تھی۔!

اور پھر سال بہ سال بچوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ان کمسن بچوں کی موجودگی میں بے سروسامانی کی کہر میں لپٹا ہُوا درویش کا گھر ایک عجیب منظر پیش کرتا تھا۔ بیوی زچگی میں پڑی ہے دو تین کمسن بچے صبح جاگ کر ناشتہ مانگ رہے ہیں انہیں حوائج ضروریہ سے بھی فارغ کروانا ہے۔ منہ ہاتھ بھی دھلانا ہے۔ دادی پاکستان میں ہے نانی اڑلیسہ میں ہے۔ بچے قادیان میں ہیں باپ کا سارا وجود تفکرات میں گم ہے۔ ان روتے اور منہ بسورتے بچوں کو سنبھالے تو کون؟ اور درویش دفتر جائے تو کیسے۔ وہ کبھی زچہ کی خبر گیری کرتا ہے کبھی چولہے کی طرف لپکتا ہے اور کبھی بچوں کا منہ دھلانے لگتا ہے۔ اور یوں وہ کرکٹ کے کھیل کی طرح تیز تیز Runs بناتا ہے۔ ایک ایک زچگی کے وقت اس نے کتنی سنچریاں بنائی ہوں گی اس کا اندازہ کون لگائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یقیناً دوڑ میں مت یہ سب کچھ اس کے نامۂ اعمال میں اجر کے لئے درج ہو گا۔ انشاء اللہ

بچوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی اور آمد کے ذرائع سکڑتے چلے گئے۔ بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نانِ شبینہ کے لئے پریشانیوں میں اضافہ کرتی چلی گئی اور یہ پریشانیاں مزید بچوں کی پیدائش کا موجب بنتی چلی گئیں۔ اور یہ پریشانیاں ہر دور میں درویشوں کا تعاقب کرتی رہیں اور ان کے صبر و استقلال کے مضبوط بندھ کے ساتھ اپنا سر پھوڑتی رہیں۔ ایام و ادوار کی تلخیوں نے اپنی روز افزوں کے ساتھ حوصلہ شکن حملے کئے لیکن درویش خنداں پیشانی کے ساتھ انہیں برداشت کر گئے جتنے مصائب زیادہ آئے اتنا ہی ظرف قوتِ برداشت زیادہ ہوتا چلا گیا اور یہی مفہوم ہے اس آیت کا کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کہ اللہ تعالےٰ کسی کی قوتِ برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اور اگر تکالیف فزوں تر ہوتی ہیں تو ظرفِ برداشت ان سے بھی زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ بات بھی تو تھی کہ

صورت یہی تھی تلخیٔ غم سے نجات کی
کانٹا چُبھا تو ہم نے بہاروں کی بات کی

سوال:۔ تقسیم ملک کے وقت جبکہ درویشوں کی اکثریت دفتری کام کا تجربہ نہیں رکھتی تھی۔ انہوں نے صدر انجمن احمدیہ کی اتنی بڑی تنظیم کا دفتری کاروبار کیسے سنبھالا؟

جواب:۔ یہ ایک بڑی ایمان افروز سرگزشت ہے۔ ہمارے درمیان گنتی کے صرف چند لوگ ایسے تھے جو صدر انجمن احمدیہ کے دفتری کام کے مزاج سے واقف تھے۔ میں نے "مزاج" کا لفظ استعمال کیا ہے اور یہ ایک حقیقت بیان کی ہے۔ ایک مذہبی جماعت کے مرکزی دفاتر اپنے تمام کاروبار کے لئے ایک خاص مزاج رکھتے ہیں۔ ایسا مزاج جس میں نرمی ہو بردباری ہو اور روحانیت کا رنگ نمایاں ہو۔ اور خط و کتابت اور تحریکات کے اندر ایک ایسی لَے پائی جاتی ہو جس کی لینت اور نزاکت دلوں میں ایک گداز پیدا کردے اور مخاطب کے سوئے ہوئے دل نے بیدار ہو جائیں۔ درحقیقت یہ کام آسان نہ تھا۔ خاص طور پر ایسے مجموعۂ افراد کے لئے جس کی اکثریت اس کام سے قطعی نابلد تھی۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ اس فرض کی ادائی کی راہ میں بہت سی مشکلات حائل تھیں۔

لیکن ان مشکلات کے اعتراف کے ساتھ ہی میں بڑی مسرت کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ جب اللہ تعالےٰ کسی سے کام لینے کا ارادہ فرما لیتا ہے تو ننھی اور کمزور چڑیاں شہباز بن جاتی ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے بھی ہو جاتا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کی نصرت پشت پناہی پر آمادہ ہو گئی تو حضرت موسےٰؑ کا بے ڈول سا ڈنڈا جو صرف بیریوں کے پتے گرایا کرتا تھا فرعون کے جادوگروں کے اژدہوں پر غالب آ گیا۔

اسی طرح اب چونکہ اللہ تعالیٰ اپنا ایک معجزہ دکھانا چاہتا تھا اور اس کی ایک بردست تقدیر بروئے عمل آ رہی تھی۔ اس لئے ناتجربہ کار درویش بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ کہہ کر اس میدان میں کود پڑے اور اللہ تعالےٰ کی تائید پر بھروسہ کرتے ہوئے دفاتر کی فائلوں کے انباروں میں گھس گئے۔ وہ ناتجربہ کار تھے وہ بہت کم تعلیم یافتہ تھے۔ وہ نو آموز تھے اور ان میں سے اکثر زندگی میں پہلی بار کسی دفتر کی کرسی پر بیٹھے تھے۔ لیکن ایک بھرپور عزم کے ساتھ اور ایک لگن اور جذبۂ خدمت دلوں میں لئے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جب کسی کام کی انجام دہی میں محبت و عشق شامل ہو جائے تو رفتارِ کارکردگی میں خود بخود تیزی آ جاتی ہے۔ اور مشکلات کی گرہیں اپنے آپ کھلتی چلی جاتی ہیں۔ ؎

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

ابتدائی ایام میں سب سے بڑا کام تو یہی تھا کہ یہ معلوم کیا جائے کہ کون کہاں ہے کیونکہ تقسیم ملک کے اثرات اور فسادات نے ساری جماعت کو ایک بار یوں منتشر کر دیا تھا جیسے تسبیح کا دھاگا ٹوٹ جائے اور دانے دور دور تک بکھر جائیں۔ مرکز کو یہ علم نہ تھا کہ کونسی جماعت قائم ہے اور کونسی ہجرت کرکے جا چکی ہے۔ اس وقت ہمارا کوئی اخبار بھی نہ تھا۔ جس کے ذریعہ جماعتوں کی خبر گیری کی جا سکتی ہمارے قادیان کے پرنٹنگ پریس حکومت نے سربمہر کر دئے تھے۔ اور امرتسر جانا ممکن نہ تھا کیونکہ سفر کی سہولتیں میسر نہ تھیں۔ لہٰذا ایک ہی ذریعہ خط و کتابت کا رہ جاتا تھا اور اسی سے کام لیا گیا۔ اور یوں تقریباً ایک سال کی کوششوں کے بعد معلوم ہو سکا کہ ہندوستان میں اب کہاں کہاں جماعتیں موجود ہیں۔ پنجاب تو کلیۃً خالی تھا۔ یوپی کی بہت سی جماعتیں ہجرت کرکے جا چکی تھیں۔ اور بعض دوسرے صوبوں میں سے بھی دوست ہجرت کرکے جا چکے تھے۔ بہر حال ایک سال کی لگاتار کوششوں کے بعد مرکز کو جماعتوں کا اور جماعتوں کو مرکز کا علم ہو سکا۔ اور تسبیح کے یہ دانے پھر منضبط ہو گئے اور مرکز نے خدا کا نام لے کر ایک فعالیت کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا۔ درویشوں کی کم علمی اور ناتجربہ کاری بیشک اپنی جگہ تھی لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ ان سے کام لینا چاہتا تھا اس لئے اس کی نصرت اور ستاری نے اپنا کرشمہ دکھایا اور درویشوں کو یہ توفیق ملی کہ خدا کے فضل سے انہوں نے تمام مرکزی دفاتر کا کام خوش اسلوبی کے ساتھ چلانا شروع کر دیا اور آج ۲۵ سال کے بعد اگر اس کام اور ترقی کا جائزہ لیا جائے تو سرِ نیاز اللہ تعالےٰ کے آستانے پر عجز کے ساتھ جھک جاتا ہے اور یہ بات بڑی آسانی کے ساتھ سمجھ میں آ جاتی ہے کہ ابابیلوں نے ابرہہ کے ہاتھیوں والے لشکرِ جرّار کو کس طرح شکست دی تھی اور حضرت موسےٰؑ کے بے ڈول ڈنڈے نے فرعون کے درباری جادوگروں کے اژدہوں کو کیونکر نگل لیا تھا۔!

سوال:۔ آپ نے درویشوں کی قوتِ برداشت اور صبر کے ظرف و وسعت کی بات کی ہے۔ کیا اس کا کوئی پیمانہ پیش کر سکتے ہیں جس سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ سکے؟

جواب:۔ اگر آپ مجھ سے سن کر اسے برداشت کرنے کی ہمت رکھتے ہوں تو میں ایک پیمانہ پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ آپ اسے عقل کے پیمانہ سے ناپنا شروع کر دیں حالانکہ یہ عقل کے کسی خانہ میں فٹ آنے والی چیز نہیں ہے۔ اور پھر یہ بات بھی ہے کہ ہر واردہ کا صحیح اندازہ اس کا مورد ہی لگا سکتا ہے۔ دیکھنے اور سننے والا آہ تو بھر سکتا ہے۔ اُف تو کہہ سکتا ہے لیکن درد کی جو ٹیس مورد کے جسم و دماغ کو تہ و بالا کر دیتی

ہیں ان کا صحیح اندازہ ناظر سامع یا قاری کو نہیں ہو سکتا۔ آپ اخبار میں ایک خبر پڑھتے ہیں کہ

"ایک موٹر سائیکل سوار ٹرک سے
ٹکر کے نتیجہ میں موقع پر ہلاک ہو گیا"

آپ خبر پڑھ کر یوں گزر جاتے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ لیکن اس ماں کے دل سے پوچھئے جس کے جگر کے ٹکڑے کو اچانک قضا نے نگل لیا۔ اس بیوی سے پوچھئے جس کے نصیب میں ظلمت بھری بیوگی لکھی گئی۔ ان بچوں سے پوچھئے جو یتیمی اور کس مپرسی میں زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے اور اس عمر رسیدہ باپ سے پوچھئے جس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کو موت نے دبوچ لیا۔! لیکن آپ حادثہ کی خبر پڑھ کر زیادہ سے زیادہ اُف کہہ کر یا چہ چہ کر کے گزر جاتے ہیں گویا دل میں کہہ رہے ہوں کہ

کوئی مرا ہوگا۔ ہمیں کیا!

آپ نے واضح ثبوت یا پیمانہ پیش کرنے کے لئے لکھا ہے۔ سب سے پہلے آپ یہ نوٹ فرمالیں کہ سوائے دو چار مستثنیات کے درویشوں کی اکثریت کثیر الاولاد ہے اور درویشوں کے پانچ چھ سات آٹھ نو دس بلکہ گیارہ تک بچے ہیں۔ اور انہیں درویشی سکیل میں جو گزارہ مل رہا ہے وہ یہ ہے:-

۱۔ میاں بیوی پانچ بچے یعنی سات افراد ۹۸ روپے
۲۔ 〃 〃 چھ 〃 〃 آٹھ 〃 ۱۰۳ 〃
۳۔ 〃 〃 سات 〃 〃 نو 〃 ۱۰۸ 〃
۴۔ 〃 〃 آٹھ 〃 〃 دس 〃 ۱۱۳ 〃
۵۔ 〃 〃 نو 〃 〃 گیارہ 〃 ۱۱۸ 〃
۶۔ 〃 〃 دس 〃 〃 بارہ 〃 ۱۲۳ 〃
۷۔ 〃 〃 گیارہ 〃 〃 تیرہ 〃 ۱۲۸ 〃

آپ دنیا کے کسی ماہر اقتصادیات کے سامنے یہ نقشہ پیش کر کے اور اس سے کہئے کہ آج کے ہمت شکن مہنگائی کے دور میں گھریلو بجٹ بنا کر دکھا دے! صدر انجمن احمدیہ کے بجٹ میں اس سے زیادہ گزارہ دینے کی گنجائش نہیں پھر آپ اندازہ لگائیے کہ درویش آتا کم اور برائے نام گزارہ پا کر کیا کرتے ہوں گے!

لیکن درویش بھی خدا کے فضل سے جانتے ہیں کہ انجمن ان کے لئے صرف اسی قدر گزارہ کا انتظام کر سکتی ہے لہٰذا وہ اپنی اپنی ہمت سے کام لے کر کوئی نہ کوئی زائد کاروبار کر لیتے ہیں۔ بعض بھینس پالتے ہیں۔ بعض معمولی دستہ کاری کرتے ہیں۔ بعض دستکاری کے ذریعہ نان جویں پیدا کرتے ہیں اور بعض کوئی اور پیشہ اختیار کر کے نانِ شبینہ کا انتظام کر لیتے ہیں۔

یہاں ایک جذبہ تشکر و امتنان کے ساتھ اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ جماعت کے بعض مخیر دوست قابل قدر رنگ میں درویشوں کی امداد کرتے ہیں۔ مثلاً کئی سال سے ایک مخلص اور درویشوں کے ہمدرد دوست ہر سال درویشوں کو ان کے خاندانوں سمیت تین تین ماہ کے لئے گندم مہیا کرتے ہیں جس پر ان کا سالانہ پچیس ہزار روپیہ خرچ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر بخشے اور ان کے اموال میں برکت عطا فرمائے۔

لیکن چونکہ مہنگائی راکٹ کی سی رفتار کے ساتھ بڑھ رہی اس لئے پریشانیاں اتنی بہادر ہیں کہ ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔

کیا یہ پیمانہ ظرف و وسعت آپ کی تشفی کے لئے کافی ہے؟

سوال:- میں چاہتا تھا کہ کوئی اس سے واضح مثال سامنے آجاتی جس سے درویشوں کی اقتصادی مشکلات اور پریشانیاں ایک اور ایک دو کی طرح سامنے آجاتیں

جواب:- ایسی مثال بھی پیش کی جا سکتی ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ موٹر سائیکل والے حادثہ کی مثال کی طرح آپ صرف یہ کہہ کر نہ گزر جائیں کہ

کوئی مر گیا ہوگا ہمیں کیا

میں نے عرض کیا ہے کہ اقتصادی مشکلات ایک اجتماعی مسئلہ ہے۔ اس لئے مرگِ انبوہ کا ایک جشن سا برپا ہے۔ ابھی حال ہی میں ہمارے ایک درویش بھائی فوت ہوئے ہیں۔ ان کی زندگی تک تو صرف اتنا سا علم تھا کہ وہ مالی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ ان کے سات بچے تھے اور متبادر طور پر یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ وہ مالی لحاظ سے پریشان ہوں گے لیکن ان کی وفات کے بعد ان کی ایک ڈائری نکلی ہے جس کے ایک صفحہ پر لکھا ہے:-

"سب سے زیادہ سخت تنگی کا
سال سنہ ۱۹۷۱ء دسمبر ۱۹۷۲ء کا گزرا
خاص طور پر لڑائی کے دوران اور
اس کے بعد تک کئی کئی دنوں کے
فاقے بمع بچوں کے گزرے۔ صبح
ملی تو رات نہیں۔ الحمد للہ۔ ہر حال
میں خدا کا شکر ہے
دستخط ...."

مجھے حضرت مصعب بن عمیرؓ صحابیؓ کا وہ نعرہ یاد آگیا جب زمانہ نبوی صلعم میں مدینہ طیبہ سے کئی میل دور کفار انہیں شہید کر رہے تھے تو انہوں نے بلند آواز سے نعرہ لگایا تھا کہ فزت و رب الکعبۃ یعنی رب کعبہ کی قسم میں اپنی مراد کو پہنچ گیا! حلقوم پر تیز تلوار چل رہی ہو۔ موت کی آغوش سامنے کھلی ہو۔ اور شاہ رگ کٹ رہی ہو تو اس وقت یہ نعرہ کہ

میں اپنی مراد کو پہنچ گیا

تاریخِ اسلام کے سنہری ورق پر ایک ہیرا جڑا ہوا نہیں تو اور کیا ہے! مائیں اس قسم کے فدائی اور جاں نثار بیٹے بہت شاذ جنتی ہیں لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ہزاروں لاکھوں مسلمان ماؤں نے ایسے بیٹے جنے اور آج خدا کے فضل سے تاریخ احمدیت بھی سابقہ تاریخ اسلام کو دوہرا رہی ہے۔

بیوی بچوں سمیت کئی کئی دن فاقوں سے گزارنا اور صبح ملی تو رات نہیں کی المناک کیفیات میں سے گزرنا اور پھر کہنا کہ

"الحمد للہ۔ ہر حال میں خدا کا شکر ہے"

کیا یہ الفاظ کہنا آسان ہے۔ کیا ظرف و وسعت کو ناپنے کے لئے یہ پیمانہ کافی ہو سکتا ہے؟

اور بھائی جان! یہ تو وہ ڈائری تھی جو لکھی گئی ورنہ بیسیوں ایسی ڈائریاں بھی ہیں جو لکھی نہیں گئیں اور اگر لکھی جاتیں تو ان کے الفاظ بھی یہی ہوتے اور بخدا ذرا بھی مختلف نہ ہوتے۔ زندہ باد! میرے مرنے والے درویش بھائی کہ تو نے سے

ہر گام پہ بکھیر کے پھولوں کی نکہتیں!
رکھ لی ہے لاج کانٹوں بھری کائنات کی

سوال:- اس پچیس سالہ دورِ درویشی میں آپ میں سے اکثر کے قریبی رشتہ دار اور عزیز پاکستان میں فوت ہوئے ہوں گے۔ ایسے مواقع پر آپ لوگوں کی کیا کیفیات ہوتی تھیں؟-

جواب:- ہاں ایسے مواقع تو تمام درویشوں پر آئے جب کہ انہیں اپنے بہت قریبی اور جان سے پیارے عزیزوں کی دائمی مفارقت کے صدمات برداشت کرنے پڑے کسی کی بیوی وہاں فوت ہو گئی۔ کسی کا پیارا اور غمخوار اور شفیق باپ اس جہان سے گزر گیا اور کسی کی ماں اپنی ماممتا لئے ملک عدم کو سدھار گئی۔ کسی کا بھائی لقمۂ اجل بن گیا اور کسی کے لختِ جگر کو موت کے عفریت نے نگل لیا۔ اور دوسرے رشتہ داروں کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ یہ ایسے صدمات تھے جو بُعد مکانی کے باعث اپنے اندر بہت شدت رکھتے تھے۔ بالخصوص اس لئے کہ آمد و رفت کی سہولیات مفقود تھیں۔ ان صدمات کے طبعی اثرات سے کون محفوظ رہ سکتا ہے سہ

کیوں گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

والدہ خواہ کتنی ہی ضعیف کیوں نہ ہو وہ جب گزر جاتی ہے تو انسان یوں محسوس کرتا ہے کہ شدتِ گرما میں جب کہ وہ ایک ٹھنڈے سائے میں بیٹھا تھا یکلخت سایہ سر سے ہٹ گیا ہے اور وہ تیز دھوپ کی جھلسا دینے والی تمازت کی زد میں ہے باپ کا شفقت بھرا ہاتھ سر سے اٹھ جانے کے بعد یکدم یتیمی کی المناکیاں سر پر سوار ہو جاتی ہیں۔ ایسے مواقع پر ہمارے احساس کے تار جھنجھنا کر رہ جاتے تھے اور ان رشتہ داروں کے دمِ واپسیں پہنچ نہ سکنے کی حسرت اور کوئی خدمت کر نہ سکنے کی محرومی دلوں پر نشتر چلاتی تھی۔ مگر حالات کی بے بسی بالآخر صبر کی راہ دکھاتی تھی۔ سہ

چاہے تو تجھ تڑپے اے دلِ غمگیں مگر
بایں آرام گزیدہ رضا کچھ بھی نہیں

اور پھر مرورِ ایام کے ساتھ وہ اضطراب خود سکون بن جاتا تھا۔ غالب پر بھی مشکلات ضرور آئی ہوں گی لیکن اگر وہ اس درویشی دور میں ہمارے ساتھ ہوتا تو زیادہ وثوق کے ساتھ کہہ سکتا کہ سہ

مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

اور یوں وقت کے مرہم اور نسیان کی خدا داد نعمت سے ہمارے زخم مندمل ہو جاتے۔ ایسے کتنے ہی زخموں سے ہمارے سینے داغدار ہیں اور ان تلخ یادوں کی کتنی ہی سولیاں ہیں جن پر ہم ٹنگے رہتے ہیں۔ لیکن چونکہ ہم خدا کے فضل سے دعوے وفا کا رکھتے ہیں اور اپنے درویشی کے فرائض کو بہر حال مقدم رکھتے ہیں اس لئے ہمارا فرض بعض اوقات ہمارے ضمیر کو جھنجھوڑتا رہتا ہے

اور اب تو صدمات کی کثرت نے یہ حال کر دیا ہے کہ آنسوؤں کے سوتے بھی خشک ہو چکے ہیں۔ اور کسی عزیز کی وفات کی اطلاع کو ہم یوں آسانی سے سن لیتے ہیں جیسے بہت ہی معمولی بات ہو

لیکن اس دورِ درویشی میں ایک موقع ایسا بھی آیا کہ صبر و ضبط کے سارے بند ٹوٹ گئے تھے اور آنکھوں سے چشمے پھوٹ پھوٹ کر بہہ نکلے تھے اور قلوب درد و غم و یاس کی آماجگاہ بن گئے تھے۔ اور ہم روئے جتنا رو سکتے تھے۔ ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کا دن تمام درویشوں کے لئے روزِ قیامت تھا جب ہمارے دل و جان سے زیادہ پیارے اور تمام خونی رشتوں سے زیادہ عزیز اور محبوب آقا۔ جماعت احمدیہ کے محسن امام سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی دردناک خبر آئی تھی۔ ہر درویش کی بے اختیار چیخیں نکل گئیں۔ کیونکہ وہ مقدس آقا ہمیں ماں باپ سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ وہ درویشوں کا روحانی باپ تھا وہ درویشی کا بھی باپ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پوری ہوئی اور وہ متاعِ بے بہا ہم سے چھن گئی۔ آہ!

عمرِ خضر کے طالب جس کے لئے رہے ہم
صد حیف چل بسا وہ روشن دماغ آخر

اسی طرح سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تمام درویشوں کے ایک محسن و مشفق مربی تھے اور متواتر سولہ سال تک ایک مہربان ماں کی طرح ہم سب پر سایہ فگن رہے آپؓ کی وفات پر بھی تمام درویشوں نے یہی سمجھا کہ آج ہم ایک تسکین بخش سائے سے محروم ہو گئے ہیں۔ یہ موقع بھی ایسا تھا کہ تمام درویشوں نے اپنے محسن و مربی کی یاد میں بے اختیار آنسو بہائے۔

سوال:- تقسیم ملک کے وقت جب آپ لوگ ایک طرح سے محصور ہو کر رہ گئے تھے اور پاکستان سے آنے والے زخمی اور بدحال شرنارتھیوں کے دلوں میں قدرتی طور پر مسلمانوں

کے خلاف نفرت غصہ اور انتقام کے جذبات تھے۔ آپ ان حالات میں سے کس طرح گزرے؟

جواب: یہ ایک قدرتی بات تھی کہ پاکستان سے بے خانماں ہو کر آنے والے شرنارتھی (ہندوستان سے جانے والے پناہ گزینوں کی طرح) بہت مظلوم اور زخم خوردہ تھے۔ اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف بے پناہ نفرت تھی۔ اور یہ ان حالات کا ایک ردّ عمل تھا جو انہیں اپنے وطن چھوڑتے وقت پیش آئے تھے۔ اس لئے یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جس پر ہم ناراضی کا اظہار کرتے۔ ان حالات کے طبعی نتائج جو بھی نکل سکتے تھے وہ نکلے۔ ہم نے بارہا اپنے کانوں سے ماں بہن کی غلیظ گالیاں ان سے سنیں اور صبر کیا۔ یہ بات نہ تھی کہ ہم بزدل تھے۔ کیونکہ اگر خدانخواستہ ہم بزدل ہوتے تو وہ علاقہ جو واہگہ سے [illegible] تک مسلمانوں سے خالی ہو چکا تھا وہاں کس طرح ٹھہر سکتے تھے۔ اصل بات یہ تھی کہ ہمیں اپنے محبوب امام سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی حکم تھا کہ

"اب جو لوگ وہاں رہیں ان کو یہ سمجھ کر رہنا چاہیئے کہ انہوں نے مکی زندگی اور مسیح ناصری والی زندگی کا نمونہ دکھانا ہے۔ اگر ہمارے کسی آدمی کی سختی کی وجہ سے یا مقابلہ کی وجہ سے مقاماتِ مقدسہ کی ہتک ہوئی تو اس کا ذمہ دار وہ ہوگا"

(الفرقان۔ درویشانِ قادیان نمبر صفحہ ۴۵)

لٰہذا ہم نے اپنے محبوب امام کی اطاعت کر کے اپنی مظلومیت اور صبر و ضبط کی خداداد طاقت سے یہ سب کچھ بخوشی برداشت کر لیا اور ہر ایسے موقع پر مقاماتِ مقدسہ کی حرمت ہمارے پیشِ نظر رہی۔ ہم اب بھی خوش ہیں کہ ہم نے محض خدا کی خاطر غیر مسلموں سے گالیوں کے تحفے وصول کئے اور اپنے ذاتی وقار کو مقاماتِ مقدسہ کے وقار پر قربان کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اشتعال کی صورت تبھی پیدا ہوتی ہے جب دونوں طرف اشتعال ہو۔ لیکن اگر صرف ایک طرف اشتعال ہو تو اس اشتعال کا شعلہ خود بخود سرد ہو جاتا ہے۔ اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی ماچس کی تیلی جلا کر پانی میں بھیگے ہوئے کپڑے کو آگ لگانا چاہے۔ پس ماچس کی تیلیاں تو جلتی رہیں لیکن یہاں تو برف کی سلیں تھیں ان میں آگ کس طرح لگ سکتی تھی!

اور پھر یہ بات بھی تو تھی کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تعلیم پر عمل کرنے کا بھی تو یہ بہترین موقع تھا کہ ؎

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی دیکھو جو عادت تم دکھاؤ انکسار

بہرحال ہمارے صبر و ضبط اور ہماری خوش [illegible] نے ان کے مشتعل جذبات کو سرد کر دیا اور آہستہ آہستہ نفرت کی وہ دیوار ایام کی گرد سے گر گئی۔ بلکہ خدا کے فضل سے تمام اہلِ شہر سے ہمارے تعلقات بہتر ہوتے چلے گئے۔ گو ہمیں ابتدائی زمانہ میں قادیان سے باہر جانے کے لئے اسکورٹ کی ضرورت ہوا کرتی تھی۔ اور حکومت نے از خود ایسا انتظام کر دیا تھا۔

البتہ اس ابتدائی دور میں جب ہمارا بائیکاٹ کیا گیا تھا۔ تو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسا انتظام فرمایا کہ انہی مخالفین میں سے ہی ہمارے ہمدرد پیدا ہو گئے اور چند ہی روز کے بعد یہ بائیکاٹ ختم ہو گیا۔ بائیکاٹ کے ایام میں بھی ہمارے بعض ہمدرد غیر مسلم ہمیں ضروریات کی اشیاء راتوں کی تاریکیوں میں لا کر دیتے رہے اور اس طرح ہم کسی ناقابلِ برداشت تکلیف سے محفوظ رہے۔ ہم ان خیر خواہوں کے ممنون ہیں جنہوں نے انسانی ہمدردی کا فرض پہچان کر ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ بلکہ ان کے بھی خیر خواہ ہیں جنہوں نے ہمارا بائیکاٹ کیا تھا کیونکہ اسلام ہمیں درگزر کی تعلیم دیتا ہے اور سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو ہجرت کے معاً بعد فرمایا تھا کہ ؎

نکالا مجھے جس نے میرے چمن سے
میں اس کا بھی دل سے بھلا چاہتا ہوں

بہرحال ہمارے صبر و ضبط اور قوتِ برداشت نے حالات کو بہتری کی طرف لانے میں مدد دی اور ہمارے مخالفین کے دلوں میں نفرت کے جذبات سرد ہو گئے ؎

ہماری سخت جانی نے کیا شل ہاتھ قاتل کا
سرِ مقتل بھی ہم نے کر دیا اک لالہ زار پیدا

سوال: ابتدائی زمانہ میں جبکہ آپ لوگ قریباً تین سال تک اپنے حلقہ (یعنی محلہ احمدیہ) سے باہر نہ جا سکتے تھے آپ کی ضروریات حجام دھوبی درزی مستری وغیرہ کے متعلق کس طرح پوری ہوتی تھیں؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور عجیب ایمان افروز اتفاق تھا کہ ۳۱۳ درویشوں کے اندر ان تمام پیشوں کے جاننے والے کاریگر موجود تھے۔ اور ان ضروریات کے لئے ہمیں کسی کا محتاج نہیں ہونا پڑا تھا۔ اور پھر صرف یہی نہیں کہ ہمارے درمیان ہر پیشہ کے کاریگر موجود تھے بلکہ وہ ایسے کاریگر تھے کہ وہ شہر کے دوسرے کاریگروں سے بہتر تھے۔ اور اس طرح شہر بلکہ مضافات کے غیر مسلم بھی ہمارے پیشہ وروں کے محتاج ہوتے تھے۔

سوال: زمانہ درویشی کا ایک لمبا عرصہ جو چوتھائی صدی پر محیط ہے آپ لوگوں نے جن نامساعد حالات میں اپنے عہدِ وفا کو پورا کرتے ہوئے گزارا ہے اس میں آپ کو کس قسم کی قربانیاں کرنا پڑیں اور کیا آپ کے دل اس پر مطمئن ہیں؟

جواب: جہاں تک کوئی قربانی دینے کا تعلق ہے۔ ہم اپنے کسی کردار کو قربانی کا نام نہیں دے سکتے کیونکہ ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تاہم الحمدللہ ہمارے دل اس پر مطمئن ہیں۔ ہمارے اندر بشری کمزوریاں ہیں کیونکہ ہم فرشتے نہیں بلکہ انسان ہیں اور خطا و نسیان انسان کا خاصہ ہے۔ لٰہذا ہم اپنی بشری کمزوریوں کے باعث خوف و رجا کی درمیانی پوزیشن پر قائم رہ کر اپنی ان حقیر ترین قربانیوں کے درگاہِ الٰہی میں مقبول ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اور یہی دعائیں ہمارے لئے طمانیتِ قلوب کا باعث ہیں اور انہی معنوں میں ہم یہ عرض کر سکتے ہیں کہ ہم اپنے اس کردار پر مطمئن ہیں۔ اور ہم محض خدا تعالیٰ کے فضل کے سہارے یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہم اپنی بشری کمزوریوں کے باوجود اپنے واجب الاحترام خلیفۂ وقت اور جماعت کے سامنے سرخرو ہوں گے ہماری کمزوریوں اور غلطیوں پر چشم پوشی فرمائی جائے گی اور ہماری ناچیز قربانی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ شروع ہی سے دیکھا جا رہا ہے۔ ہمارے محبوب و مقدس آقا سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ ہمارے لئے سرمایۂ فخر ہیں کہ

"آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے۔ اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔ اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی کیونکہ خدا کا فضل بلا وجہ کسی کو نہیں چنتا۔"

(الفرقان درویشانِ قادیان نمبر صفحہ ۵)

اور ہمارے اس پیارے آقا نے یہ فرما کر تو درویشی کی قدر و قیمت کو بہت زیادہ بڑھا دیا تھا کہ:-

"اگر سلسلہ کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا لیکن زخمی دل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دور اور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں نہ معلوم وہ دن کب آتا ہے کہ میں بھی اس مقام پر پہنچ سکوں جو خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور احمدیوں کا دائمی مرکز ہے" (ایضاً)

لٰہذا خدا کے فضل سے ہم پوری طرح مطمئن ہیں کہ احمدیت کے دائمی مرکز قادیان میں رہنے کی سعادت ہمیں حاصل ہے۔ اور مقدس مقامات کی زیارت کے مواقع ہمیں میسر ہیں۔ اور پھر اس لئے بھی کہ گو ہم حقیر ہیں لیکن مجموعی طور پر ساری جماعت درویشوں کیلئے عزت اور قدر دانی کے جذبات اپنے دلوں میں رکھتی ہے۔ اور خلفائے کرام نے تو بارہا اپنے قیمتی ارشادات سے ہمارے حوصلے بڑھائے الحمدللہ۔

سوال: نظامِ خلافت کے ساتھ درویشوں کی وابستگی کے بارہ میں کچھ آپ بیان کریں گے؟

جواب: آپ کا یہ سوال ہی درست نہیں ہے اس لئے کہ احمدیت کے ساتھ وابستگی کے بعد نظامِ خلافت کے ساتھ وابستگی کی علیحدہ کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہم میں سے ہر ایک درویش صمیمِ قلب کے ساتھ یہ ایمان رکھتا ہے کہ احمدیت اور خلافت لازم و ملزوم ہیں اور ایک کے وجود کو دوسرے سے علیحدہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ جب ایک شخص نے احمدیت قبول کر لی تو اس کے قبولِ خلافت کے بارہ میں کوئی سوال نہیں ہو سکتا۔ احمدیت کو قبول کرنے والا لازماً نظامِ خلافت کا جوا اپنی گردن پر رکھتا ہے اور جو ایسا نہیں کرتا وہ کچھ اور تو ہو سکتا ہے احمدی نہیں ہو سکتا۔

اب صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ ہم درویشوں کے دلوں میں خلیفۂ وقت کی عظمت کس قدر ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ آپ کے ایک سابقہ سوال کے جواب میں یہ عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی وفاتِ حسرت آیات کی اطلاع نومبر ۱۹۶۵ء میں آئی تھی تو درویشوں نے اپنے اس روحانی باپ کی وفات پر اس قدر درد و الم کا اظہار کیا تھا کہ کسی نے آج تک جسمانی باپ کی وفات پر بھی نہ کیا ہوگا۔ اور بلا استثناء تمام درویشوں نے یوں محسوس کیا تھا کہ آج وہ یتیم ہو کر رہ گئے ہیں۔ اسی سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں خلیفۂ وقت کے لئے کتنی محبت اور عظمت ہے۔ کچھ عرصہ قبل جب ربوہ سے یہ تشویشناک اطلاع آئی کہ ہمارے پیارے امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کو گھوڑے سے گر جانے کے باعث چوٹیں آئی ہیں تو تمام درویش غم اور فکر میں ڈوب کر رہ گئے تھے اور اپنے آقا کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے ایک عرصہ تک درد و الحاح سے دعائیں کرتے رہے۔

پھر اس کا اندازہ اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ خدا کے فضل سے درویش اپنے لئے دعا بعد میں کرتے ہیں اور اپنے امام کے لئے پہلے دعا کرتے ہیں۔ بہرحال نظامِ خلافت سے عقیدت و احترام تمام درویشوں کے دلوں کی گہرائیوں میں موجود ہے۔ الحمدللہ۔

سوال: آپ نے میرے گزشتہ سوال کے جواب میں جو کچھ بیان کیا ہے اس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مجموعی طور پر درویشوں کی مالی پوزیشن اچھی نہیں ہے۔ اب قدرتی طور پر مجھے اس نتیجہ پر پہنچنا چاہیئے کہ درویشوں کی مالی قربانیوں کا معیار بھی بہت پست ہوگا۔ کیا میں ایسا نتیجہ پر پہنچنے میں حق بجانب ہوں؟

جواب: جی نہیں۔ بلکہ میں یہ کہوں گا کہ مالی قربانی کے میدان میں درویشوں کے

معیار کو پست خیال کرنا ایک ظلم عظیم ہوگا۔ اور اگر میں یہ عرض کروں کہ ہندوستان کی تمام جماعتوں میں سب سے بڑا بجٹ قادیان کا ہے تو شاید آپ کو تعجب ہوگا۔ حالانکہ میں ایک حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ ایسی حقیقت جو اعداد و شمار سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ جہاں تک لازمی چندوں کا تعلق ہے وہ تو ہر درویش کی تنخواہ میں سے کٹ جاتے ہیں اور طوعی چندے تحریک جدید، وقف جدید، نصرت جہاں، ریزرو فنڈ وغیرہ بھی درویش فراخدلی سے دیتے ہیں۔ بہرحال خدا کے فضل سے درویشوں نے اپنے حالات کی ناساعدت کے باوجود مالی قربانی کے میدان میں ایک قابلِ فخر نمونہ پیش کیا ہے۔ الحمد للہ۔

سوال: اس پچیس سالہ دورِ درویشی میں کئی مواقع آپ لوگوں پر ایسے بھی آئے ہوں گے کہ آپ اپنی روزمرہ کی ضروریات کے لئے پریشانیوں سے دوچار ہوئے ہوں گے۔ بالخصوص اسلامی تہواروں کے موقع پر آپ کو حسب مرضی ضروریات مہیا نہ ہو سکنے پر ذہنی کوفت ہوئی ہوگی ایسے مواقع کے متعلق اپنے تاثرات بتایئے۔

جواب: آپ کے اس سوال کا جواب تو سابقہ سوالوں کے جواب کے اندر ہی آچکا ہے لیکن چونکہ آپ نے مخصوص طور پر یہ سوال کیا ہے اس لئے میری عرض اس بارہ میں یہ ہے کہ

ملے نہ پھول تو کانٹوں سے دوستی کرلی
کسی طرح سے بسر ہم نے زندگی کرلی

آپ کے سوال کا یہ مجمل جواب اپنے اندر کافی تفاصیل رکھتا ہے۔ ہم بشری ضروریات سے محرومی کے اثرات دماغ تک تو ضرور پہنچے لیکن نوکِ زبان اکثر طاری کار بند رہی۔ گو بعض اوقات یوں بھی ہوا کہ احساسات سینے کی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر فریاد کرتے رہے کہ

غریبوں کے جہاں میں وقت بھی رک رک کے چلتا ہے
کبھی صبحیں نہیں ہوتیں کبھی شامیں نہیں ہوتیں

لیکن بہرحال وقت نے کبھی کسی کا انتظار نہ کیا اور وہ اپنی رفتار سے رواں دواں رہا۔ صبحیں بھی ہوتی رہیں اور شامیں بھی ہوتی رہیں حتیٰ کہ طویل پچیس سال محض خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی تائید و نصرت سے گزر گئے۔

روزمرہ کی ان ضروریات کو جن کا میں نے ذکر کیا ہے اگر آپ محض مادی ضروریات ہی سمجھیں گے تو یہ ایک زیادتی ہوگی۔ بیشک مادی ضروریات بھی تھیں لیکن روحانی ضروریات سے محرومی ان سے کہیں زیادہ جاں گسل تھی۔ ان پچیس سالوں میں پچاس عیدیں آئیں۔ آپ جانتے ہیں کہ عیدین کے مواقع پر اپنے پیارے امام خلیفۂ وقت کی زیارت اور دست بوسی کو ہم میں سے ہر احمدی اپنے لئے حرزِ جاں سمجھتا ہے۔ جب عید آتی تو ہم میں سے ہر شخص مسندِ خطابت پر اپنے محبوب امام کو تلاش کرتا۔ اور نگاہیں

جب مایوس ہو کر پلٹ آتیں تو دردِ محرومی ایک نیزہ بن کر جگر کے پار ہو جاتا۔ اور یوں محسوس ہوتا کہ بغیر دولہا کے ایک بارات جارہی ہے۔ اور ہمارا زخم خوردہ تصور ڈھکو وانہ یا بڑے باغ میں گزری ہوئی عیدوں کے مقامات پر پرواز کرتا۔ ع

اے کاش وہی رہتے ایامِ زندگی کے

اور ان پچیس سالوں میں ۱۳۰۰ جمعے آئے۔ قادیان وہ مقام ہے۔ ہاں وہ مقدس مقام ہے کہ تقسیم ملک سے قبل لاہور، امرتسر، گورداسپور اور جالندھر تک کے احمدی اپنے محبوب امام کا خطبہ اور دلوں میں اتر جانے والے کلمات سننے کے لئے اور زیارتِ محبوب کا سودا سروں میں سمائے ہر جمعہ کو پہنچ جایا کرتے تھے۔ اسی قادیان میں موجود رہ کر ہم ان ۱۳۰۰ ہفتہ واری تہواروں کے مواقع پر اپنے پیارے امام کی زیارت سے محروم رہے۔ کون اندازہ لگا سکے گا اس دردِ محرومی کا! شاید آئندہ کا کوئی مورخ اس تالم کی تصویر کھینچ سکے لیکن ہم اپنے پیارے امام سے دور بیٹھے ہوئے درویش آئندہ کے اس مورخ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری قبروں کے سرہانے کھڑا ہو کر ہمارے دلوں میں اس سلگتی ہوئی آگ کی تپش کو اپنا لے اور پھر تصویر کھینچے۔ ع

بجھنے کی دل کی آگ نہیں زیرِ خاک بھی
ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا

سوال: اگر آئندہ بھی آپ کو غیر معین عرصہ تک ایسے ہی آزمائشی دور میں سے گزرنا پڑے تو کیا آپ اس کے لئے اپنے اندر قوتِ برداشت اور حوصلہ پاتے ہیں؟

جواب: یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ مشکلات کے کسی دور کا ابتدائی زمانہ ہی زیادہ تکلیف دہ اور پریشان کن ہوا کرتا ہے۔ یہ ابتدائی زمانہ جب گزر جاتا ہے تو احساس کی شدت میں خود بخود کمی آجاتی ہے۔ اور مشکلات کا مورد انسان اپنے آپ کو مشکلات کے لئے تیار کر لیتا ہے پس جو زمانہ غیر معمولی مشکلات کا تھا وہ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے گزر چکا۔ اور اب ہمارے اندر قوتِ برداشت پہلے سے بھی زیادہ ہو چکی ہے۔ کیونکہ متواتر پچیس سال کے آزمائشی دور میں ہم نے مشکلات کے سامنے سینہ سپر ہونا سیکھ لیا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ ہم نے ان مشکلات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے کا ۲۵ سالہ کورس کر کے Doctorate کر لیا ہے۔ آپ نے تو پچیس سال گزرنے کے بعد آئندہ کے لئے یہ سوال کیا ہے حالانکہ ہم تو خدا کے فضل سے پہلے دن ہی ان تمام مشکلات کو اپنے سامنے پاکر انہیں برداشت کرنے کا عزم کر کے ہی دورِ درویشی میں داخل ہوئے تھے۔ ع

ساقی نے کیا تھا دینے ہی اس جام میں تلخی عمل
پر مانگ کے واپس کرنے کا موقع ہی نہ تھا پینا ہی پڑا

رپورٹ پنجاہ سالہ تقریب لجنہ اماء اللہ چنت کنٹہ

مورخہ ۱۱ر مارچ بروز اتوار شام ۵ بجے یہ اجلاس زیرِ صدارت محترمہ اعظم النساء بیگم صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ حیدر آباد عمل میں آیا۔ کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جو محترمہ نورجہاں بیگم صاحبہ اہلیہ مولوی عبدالحفیظ صاحب نے کی۔ بعدہٗ عہد دہرایا گیا۔ پھر محترمہ نورجہاں بیگم صاحبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام بڑی خوش الحانی سے پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد صدر صاحبہ نے محترمہ امۃ اللہ سبحانی صاحبہ اہلیہ سیٹھ سراج احمد صاحب کو ان کی انیس سالہ لگاتار خدمت بجالانے کے سلسلہ میں مرکز سے موصول شدہ سند دی۔ محترمہ امۃ اللہ سبحانی صاحبہ عرصہ دراز سے صدر لجنہ کے عہدہ پر فائز ہیں۔

اس کے بعد آپ نے حضرت سیدہ اُمِّ متین صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ اور خاکسار نے حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کا پیغام مجلس پڑھ کر سنایا۔ بعد ازاں محترمہ نائب صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ سکندر آباد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام سنایا۔

اس اجلاس کی پہلی تقریر سیدہ امۃ الباری صاحبہ نے زیرِ عنوان "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانات" کی۔ موصوفہ نے اپنی تقریر میں عورتوں کے اس مقام کو واضح رنگ میں بیان کیا جب کہ جہالت کا دور تھا اور پھر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ان کا اصل مقام دلایا۔ بعدہٗ ایک نظم محترمہ امۃ اللہ سبحانی صاحبہ نے پڑھی۔ اس کے بعد بشریٰ بیگم بنت سیٹھ محمد حسین صاحب مرحوم نے سیدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا روح پرور خطاب پڑھ کر سنایا۔

اس اجلاس کی دوسری تقریر محترمہ اعظم النساء صاحبہ نے زیرِ عنوان "حضرت مسیح موعودؑ کے احسانات عورتوں پر" کی۔ آپ نے بتایا کہ آج سے چودہ سو سال قبل جو مقام عورتوں کو آنحضرت صلعم نے دیا تھا اس مقام کو عورتوں نے بھلا دیا تو پھر سے از سرِ نو اس عزت اور مقام کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کی ان تھک کوششوں نے پیدا کیا۔

اس اجلاس کی تیسری تقریر محترمہ صفیہ بیگم صاحبہ بنت سیٹھ محمد اعظم صاحب کی زیرِ عنوان "حضرت مصلح موعودؓ کے احسانات عورتوں پر" ہوئی۔ آپ نے بتایا کہ ہمارے پیارے امام نے لجنہ کی بنیاد ۱۹۲۲ء میں رکھی جبکہ صرف ۱۴ ممبرات تھیں۔ آپ کی دن رات کی کوشش اور انتھک محنت اور دردمندانہ دعاؤں نے اس کمزور پودے کو سینچا جس سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج یہ ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ اور اس کی شاخیں اندرونِ ملک کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی پھیل چکی ہیں۔

اس کے بعد عزیزہ بشریٰ بیگم بنت سیٹھ محمد محی الدین صاحب نے نظم پڑھی۔ اس اجلاس کی چوتھی اور آخری تقریر محترمہ صدیقہ الدین صاحبہ نے "ہماری تمام ترقیات خلافت سے وابستہ ہیں" کے عنوان پر کی۔ آپ نے خلافت کی اہمیت اور اس کی برکات کو مستورات کے سامنے بڑے اچھے اور سلجھے ہوئے انداز میں پیش کیا۔

بعدہٗ محترمہ صدر صاحبہ لجنہ چنت کنٹہ نے تمام مستورات کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اپنی تمام مصروفیات کو بالائے طاق رکھ کر اس اجلاس میں شرکت کی اور اسے کامیاب بنایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری ان کوششوں کو کامیاب فرمائے۔ آمین

اعلانات نکاح

مورخہ ۱۶ر مارچ ۱۹۷۳ء بعد نماز جمعہ مسجد احمدیہ پینگاڑی ضلع کنانور (کیرالہ) میں مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی مبلغ سلسلہ احمدیہ نے مندرجہ ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا:-

۱۔ مسماۃ نصرت بی بی بنت کے پی عبدالرحیم صاحب ساکن پینگاڑی کا نکاح ہمراہ پو عبدالمجید صاحب ولد حکیم پی کے محمد کنجی صاحب مرحوم ساکن کوڈالی بعوض -/۱۵۰۰ روپیہ مہر قرار پایا

۲۔ مسماۃ شریفہ بی بنت حکیم پی کے محمد کنجی صاحب مرحوم ساکن کوڈالی کا نکاح ہمراہ پی عبدالحلیم صاحب ولد کے پی عبدالرحیم صاحب ساکن پینگاڑی بعوض -/۱۵۰۰ روپیہ مہر قرار پایا

احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہر دو نکاحوں کو مبارک کرے اور دونوں خاندانوں کے تعلقات مضبوط و خوشگوار ہوں اور نیک اور بہتریں ثمرات ظاہر ہوں۔ ان نکاحوں کی خوشی میں فریقین نے مبلغ دس روپے اعانتِ بدر کیلئے دئے ہیں

خاکسار پی برکت اللہ سیکرٹری مال جماعت احمدیہ کوڈالی کیرالہ

درخواستِ دعا۔ میں نے امسال میٹرک کا امتحان دیا ہے۔ احباب سے اعلیٰ کامیابی کے لئے درخواستِ دعا ہے
خاکسار سید عادل رشید خانپور ملکی۔ بہار

بچّے وقفِ جدید کا سارا مالی بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھالیں

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (آلِ عمران آیت ۱۸۱)

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری خواہش بھی ہے اور مَیں دُعا بھی کرتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان بچّے اور چھوٹے بچّے جنہیں مَیں نے اس میں شامل کیا ہے، وقفِ جدید کا سارا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھالیں۔ اور میرے نزدیک ایسا ممکن ہے۔ لیکن ان کے والدین اور سرپرست اپنی ذمّہ داری کا احساس نہیں رکھتے یا انہیں ذمّہ داری کا اتنا احساس نہیں جتنا ہونا چاہیئے۔ انہیں یہ سوچنا چاہیئے کہ دو چیزوں میں سے کونسی چیز پسند کریں گے۔ ایک یہ کہ ان کے بچّے بچپن کی عمر سے ہی بخل کی عادتوں سے چھٹکارا حاصل کر کے اِس دُنیا میں اور اُس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوتے چلے جائیں۔ یا وہ یہ پسند کریں گے کہ جہنّم کے اندر ان بچّوں کی گردنوں میں وہ طوق ہو جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں کیا گیا ہے جس کی مَیں نے ابھی تلاوت کی ہے۔ آپ یقیناً پہلی بات کو پسند کریں گے۔ لیکن صرف دعویٰ سے نتیجہ نہیں نکلا کرتا۔ یہ مادی دنیا عمل کی دنیا ہے ...... پس اگر آپ کے دِل میں یہ احساس ہو کہ ہمارے بچّوں کو بخل کی عادت نہ پڑ جائے اور اس عادت میں وہ پختہ نہ ہو جائیں تو مہینہ میں ایک اٹھنی (۵۰ پیسے) ایسی چیز نہیں جو بوجھ معلوم ہو۔ صرف توجّہ کی کمی ہے۔ اور یہ حالت دیکھ کر مجھے شرم آتی ہے۔ پس مَیں بچّوں کو بھی اور اُن کے والدین اور سرپرستوں کو بھی اس طرف توجّہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہم نے آہستہ آہستہ عادت ڈال کر وقفِ جدید کے نظام کو مالی لحاظ سے بچّوں کے سپرد کر دینا ہے۔

امید ہے کہ جلد احبابِ جماعت اپنی ذمّہ داری کا احساس کرتے ہوئے فوراً اس طرف توجّہ دیکر اپنے بچّوں کو وقفِ جدید کے نظام میں شامل کر دیں گے۔

انچارج وقفِ جدید انجمن احمدیہ قادیان

منظوری انتخاب عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ

(۱) —— لوکل انجمن احمدیہ قادیان کے دو عہدیداران مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری سیکرٹری تبلیغ و تربیت اور مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری سیکرٹری مال نے علی الترتیب اپنی صحت کی خرابی اور کام کی زیادتی کے پیشِ نظر معذوری کا اظہار کیا تھا۔ جس کی وجہ سے مورخہ ۹ر مارچ کے انتخاب کے مطابق مندرجہ ذیل عہدیداران کی مورخہ ۳۰ر اپریل ۱۹۷۴ء تک کے لئے منظوری دی جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو زیادہ سے زیادہ خدمتِ سلسلہ کی توفیق بخشے آمین۔

۱۔ سیکرٹری تبلیغ و تربیت — مکرم بھائی عبد الرحیم صاحب دیانت۔

۲۔ سیکرٹری مال — 〃 مولوی جاوید اقبال صاحب اختر۔

(۲) —— مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی نے اورنگ آباد میں ایک نئی جماعت قائم کر کے اور باضابطہ تنظیم قائم کر کے مندرجہ ذیل عہدیداران کا انتخاب کرایا ہے۔ نظارت ہذا اس انتخاب کے مطابق ان عہدیداران کی مورخہ ۳۰ر اپریل ۱۹۷۴ء تک کیلئے منظوری دیتی ہے۔ خدا تعالےٰ ان کو زیادہ سے زیادہ خدمتِ سلسلہ کی توفیق دے آمین۔

۱۔ صدر جماعتِ احمدیہ اورنگ آباد — مکرم سید عبد الہادی صاحب

۲۔ سیکرٹری مال 〃 — 〃 〃 〃

۳۔ 〃 تبلیغ و تربیت — 〃 عبد الرزاق صاحب

۴۔ 〃 اُمورِ عامہ — 〃 محمد سعید صاحب سولیجہ

۵۔ نائب سیکرٹری مال — 〃 سید نیر احمد صاحب۔

ناظرِ اعلیٰ قادیان

ایمان کے فائدہ کی بات

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہُ نے جلسہ سالانہ ۱۹۳۶ء کے موقع پر فرمایا:-

"مَیں اخبار کے فائدہ کے لئے نہیں بلکہ آپ لوگوں کے ایمانوں اور آپ کے ہمسایوں کے ایمانوں کے فائدہ کے لئے کہہ رہا ہوں کہ آپ لوگ اخبارات خریدیں۔" (مینیجر بدر قادیان)

موصی صاحبان کی خاص توجّہ کیلئے

وصیّت کے بعد اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے

جس طرح ایک موصی مالی احتساب کرتے ہوئے اس لحاظ سے مطمئن ہو جاتا ہے۔ کہ اس نے حصّہ آمد و حصّہ جائیداد کا پیسہ پیسہ ادا کر دیا ہے۔ اسے رُوحانی طور پر بھی جائزہ لیتے رہنا اور احتساب کرتے رہنا چاہیئے کہ کیا وہ اُن اوصافِ حمیدہ سے متصف ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصیت کی رُوح قرار دیئے ہیں۔ اور اس بناء پر وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک پاک دِل لوگوں کی جماعت میں شمار ہوتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُعا فرمائی ہے کہ اَے خدا یہ بہشتی مقبرہ "اس جماعت کے پاک دِل لوگوں کی خواب گاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دُنیا پر مقدم کر لیا۔ اور دُنیا کی محبت چھوڑ دی۔ اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابؓ کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ جو فی الواقع تیرے ہو چکے اور دُنیا کی اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں۔ اور جو تیرے فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں۔ اور کوئی نفاق اور غرض اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں۔ اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں جن سے تُو راضی ہے۔ اور جن کو تُو جانتا ہے۔ کہ وہ بکلّی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پُورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔"

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

رپورٹ ہائے جلسہ یومِ مصلح موعود رضی اللہ عنہُ

مندرجہ ذیل جماعتوں کی طرف سے رپورٹ ہائے جلسہ یومِ مصلح موعودؓ موصول ہوئی ہیں۔ لیکن بوجہ عدمِ گنجائش ان کو شائع نہ کرسکنے کی معذرت ہے۔ (ایڈیٹر بدر)

۱۔ جماعت احمدیہ کلکتہ

۲۔ جماعت احمدیہ بنگلور

۳۔ جماعت احمدیہ بھدرواہ

۴۔ جماعت احمدیہ ہاری پاری گام

۵۔ جماعت احمدیہ غنیہ پاڑا۔

۶۔ جماعت احمدیہ گلبرگہ

۷۔ لجنہ اماء اللہ یادگیر

۸۔ لجنہ اماء اللہ بنگلور

۹۔ لجنہ اماء اللہ شموگہ

۱۰۔ جماعتِ احمدیہ ہبلی۔

۱۱۔ لجنہ اماء اللہ سکندر آباد۔

لازمی چندوں کا تارک یقیناً خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہوگا

ہر جماعت کے ہر فرد کو یہ عزم کر لینا چاہیئے کہ ۳۰ر اپریل ۷۳ء تک بجٹ کو پُورا کرنا ہے۔ یاد رہے کہ چندہ عام۔ حصّہ آمد۔ چندہ جلسہ سالانہ جماعتی طور پر لازمی اور ضروری چندے ہیں اور سب سے مقدم ہیں۔ کیونکہ ان کی بنیاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود رکھی ہے۔ اور ان کی باقاعدگی کی تاکید کرتے ہوئے حضورؑ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ:-

"جو شخص تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرے گا اس کا نام سلسلۂ بیعت سے کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد کوئی مغرور یا لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز نہ رہ سکے گا۔"

اِس لئے عہدیداران و سیکرٹریانِ مال اور مبلغینِ کرام کو خاص توجّہ دینے کی ضرورت ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ احباب جو دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے خدا کے دین کے لئے اپنے وعدوں کو پُورا کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ آپ سب کو اس کی توفیق بخشے آمین۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

جماعت احمدیہ ہندوستان کے لئے ضروری اعلان

بابت انتخاب ۱۹۷۴ء و ۱۹۸۰ء

(۱) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں مجلس مشاورت میں جو فیصلہ ہوا تھا اس کی روشنی میں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ یکم مئی ۱۹۷۴ء کے بعد جماعت ہائے احمدیہ کے امراء و صدر صاحبان اور دیگر عہدیداران کے بارے میں جو انتخابات ہوں گے ان میں مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھا جائے گا۔

(الف) موجودہ امراء و صدر صاحبان کے نام دوبارہ انتخاب کے لئے صرف اسی صورت میں پیش ہو سکیں گے کہ انہیں قرآن کریم ناظرہ آتا ہو۔ اور اپنی جماعت کے کم از کم تینتیس ۳۳ فی صد کو قرآن کریم پڑھوا دیا ہو۔

(ب) دیگر عہدیداروں کے نام بھی دوبارہ انتخاب کے لئے صرف اسی صورت میں پیش ہو سکیں گے جبکہ وہ قرآن کریم ناظرہ جانتے ہوں۔

نئے انتخابات میں ابھی سوا سال کا عرصہ باقی ہے۔ تمام عہدیداروں کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے کے معیار کو پورا کرنے کی پوری کوشش فرمائیں۔ انتخابات سے پہلے موجودہ عہدیداروں کے بارہ میں معلومات حاصل کی جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ تاکہ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل حرف بحرف کی جا سکے۔

(۲) یہ بھی احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ فیصلہ جات بالا کے مطابق ۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۰ء کے انتخابات کے لئے عہدیداروں کا قرآن کریم با ترجمہ جاننا ضروری ہوگا۔ اس لئے جو عہدیدار اس وقت قرآن مجید ناظرہ جانتے ہیں وہ ابھی سے اس کا ترجمہ پڑھنے کی طرف توجہ فرمائیں۔

جملہ مبلغین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اس امر کو بار بار احباب جماعت کے سامنے پیش کرتے رہا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ ہو آمین۔

ناظر اعلیٰ قادیان

جماعت احمدیہ کیرنگ کا نواں سالانہ جلسہ

اڑیسہ کے احمدی احباب کی خدمت میں خصوصاً اور دیگر احباب جماعت سے عموماً گذارش ہے کہ جماعت احمدیہ کیرنگ کا جلسہ سالانہ انشاء اللہ تعالیٰ ماہ اپریل کی ۱۴ - ۱۵ تاریخ بروز سنیچر و اتوار ہونے والا ہے۔ علماء سلسلہ کے علاوہ حکومت اڑیسہ کے افسرانِ بالا بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس روحانی اجتماع میں شرکت فرمائیں گے۔

احباب سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اس روحانی اجتماع میں مع اپنے غیر احمدی دوستوں کے کثیر تعداد میں شریک ہو کر روحانی فیض حاصل کریں۔ خور و نوش کا انتظام مقامی جماعت کے ذمہ ہوگا۔

دعا کریں تا مولیٰ کریم اس جلسہ کو احمدیت کے لئے بابرکت کرے آمین ثم آمین۔

خاکسار: عبد المطلب خان صدر جماعت احمدیہ کیرنگ (اڑیسہ)

احمدیہ کانفرنس رانچی

منعقدہ ۲۱-۲۲ اپریل ۱۹۷۳ء

اس سال نظارت دعوۃ و تبلیغ نے محترم سید محی الدین احمد صاحب ایڈووکیٹ کی خواہش پر رانچی میں کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ ہندوستان کی جملہ جماعتوں سے اپنے اپنے ہاں سے اس کانفرنس میں شرکت کے لئے نمائندگان بھجوانے کی درخواست کی جاتی ہے۔ نیز جماعت ہائے احمدیہ بہار سے خصوصی طور پر درخواست کی جاتی ہے کہ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے کثرت سے اس میں شرکت کریں۔

جملہ انتظامی امور کے بارے میں خط و کتابت درج ذیل پتہ پر فرمائی جائے:-

عبد الحق فضل سیکرٹری استقبالیہ کمیٹی احمدیہ کانفرنس رانچی۔
معرفت مکرم سید محی الدین احمد صاحب ایڈووکیٹ "آشیانہ"
ڈاکٹر فتح اللہ روڈ۔ رانچی۔ (بہار)

الداعی:- عبد الحق فضل سیکرٹری استقبالیہ کمیٹی احمدیہ کانفرنس رانچی (بہار)

یوم مسیح موعود کے بارہ میں

ضروری اعلان

حسب پروگرام جملہ جماعتوں نے مورخہ ۲۲ مارچ کو یوم مسیح موعودؑ کی تقریب پورے احترام اور شان سے منائی ہوگی۔ لہٰذا جملہ جماعتوں کے صدر صاحبان، سیکرٹریان تبلیغ اور مبلغین کرام و وقف جدید کے معلمین صاحبان سے استدعا ہے کہ وہ جلسوں کے انعقاد کے بعد اوّلین وقت میں رپورٹیں نظارت ہذا کو بھجوا دیں۔ جزاکم اللہ۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

درخواست دعا:- خاکسار کا لڑکا عزیز منیر الحق ملازمت کے سلسلہ میں اگلے ماہ ایک امتحان دینے والا ہے۔ نمایاں کامیابی کیلئے احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار: محمد شمس الحق پڑکال (اڑیسہ)

آزاد ٹریڈنگ کارپوریشن ۱/۵۸ فیرس لین کلکتہ نمبر ۱۲

کپھڈم لیدر اور بہترین کوالٹی ہوائی چپل اور ہوائی شیٹ کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں:-

AZAD TRADING CORPORATION,
58/1 PHEARS LANE CALCUTTA -12.

ولادت

مکرم ڈاکٹر محمد عارف خان صاحب بھدرا کالی ضلع ہگلی صوبہ بنگال سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے دوسرا فرزند عطا فرمایا ہے اور وہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ، بزرگانِ سلسلہ، درویشانِ کرام اور احباب جماعت کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زچہ و بچہ کو صحت و سلامتی سے رکھے اور بچہ کو نیک اور خادمِ دین بنائے۔ اس خوشی میں ڈاکٹر صاحب نے اعانتِ بدر میں مبلغ پانچ روپے ادا فرمائے ہیں فجزاہ اللہ تعالیٰ۔ (منیجر بدر قادیان)

یہ مت خیال فرمائیے!

کہ آپ کو اپنی کار یا ٹرک کے لئے اپنے شہر سے کوئی پرزہ نہیں مل سکا تو وہ پرزہ نایاب ہو چکا ہے۔ آپ فوری طور پر ہمیں لکھئے یا فون یا ٹیلیگرام کے ذریعہ ہم سے رابطہ پیدا کیجئے۔ کار اور ٹرک پٹرول سے چلنے والے ہوں یا ڈیزل سے ہمارے ہاں ہر قسم کے پرزے دستیاب ہو سکتے ہیں۔

آٹو ٹریڈرز ۱۶ مینگو لین کلکتہ نمبر ۱

AUTO TRADERS 16 MANGOE LANE CALCUTTA-1
23-1652 } { "AUTOCENTRE
23-5222 }